www.naqshbandiaowaisiah.com

ماهنامه
# المرشد
لاهور

جنوری
2003ء

اللہ
رسول
محمد

قد افلح من تزکیٰ وذکر اسم ربہ فصلیٰ

القرآن الكريم

ترجمہ

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

## سرحد میں متحدہ مجلس عمل کی حکومت !

# دینی قوتوں کا امتحان

www.naqshbandiaowaisiah.com


# ماہنامہ المُرشد لاہور

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست: حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

ناظم اعلیٰ: کرنل (ر) مطلوب حسین — نشرواشاعت: چوہدری غلام سرور

جنوری 2003ء شوال/ذیعقد ۱۴۲۳ھ

جلد نمبر 24 ✻ شمارہ نمبر 6

مدیر —— چوہدری محمد اسلم

مجلس ادارت

اعجاز احمد اعجاز ✻ سرفراز حسین

سرکولیشن مینجر: رانا جاوید احمد

کمپیوٹرڈیزائننگ اینڈ لے آؤٹ

عبدالحمید، رانا شوکت حیات، محمد ندیم اختر

قیمت فی شمارہ 25 روپے

LRL # 41


## اس شمارے میں


| | | | |
|---|---|---|---|
| -1 | اداریہ | محمد اسلم | 3 |
| -2 | عملی زندگی | امیر محمد اکرم اعوان | 4 |
| -3 | یقینِ آخرت | امیر محمد اکرم اعوان | 15 |
| -4 | شجرہ سلسلہ نسبتِ اویسیہ | امیر محمد اکرم اعوان | 24 |
| -5 | نصرتِ الٰہی | امیر محمد اکرم اعوان | 35 |
| -6 | بھلائی کا راستہ | امیر محمد اکرم اعوان | 41 |
| -7 | کولڈ ڈرنکس یا زہر؟ | ڈاکٹر انعام اللہ | 50 |
| -8 | من الظلمتِ الی النور | غلام عباس | 52 |
| -9 | منارے کا سفر | شیخ عبدالقیوم جاوید | 55 |
| -10 | حضرت مولانا اللہ یار خانؒ کی ایک نایاب تقریر | ترجمہ اے۔ ایس قریشی | 63 |
| 11 | مراسلات | قارئین | 64 |



| بدل اشتراک | سالانہ | تاحیات |
|---|---|---|
| پاکستان | 200 روپے | 3000 روپے |
| بھارت ،سری لنکا ، بنگلہ دیش | 700 روپے | 8000 روپے |
| مشرقِ وسطیٰ کے ممالک | 100 ریال | 750 ریال |
| برطانیہ ۔ یورپ | 30 اسٹرلنگ پاؤنڈ | 150 اسٹرلنگ پاؤنڈ |
| امریکہ | 50 امریکن ڈالر | 350 امریکن ڈالر |
| فارایسٹ اور کینیڈا | 50 امریکن ڈالر | 350 امریکن ڈالر |

انتخاب جدید پریس ۔ لاہور 042-6314365 — ناشر ۔ پروفیسر عبدالرزاق

رابطہ آفس = ماہنامہ المُرشد' اے۔ٹی۔ایم۔بلڈنگ پل کوریاں' سمندری روڈ' فیصل آباد۔فون 041-668819

E.Mail : info@alikhwan.org.pk — Web Site : www.alikhwan.org.pk

ہیڈ آفس = ماہنامہ المُرشد' اویسیہ سوسائٹی' کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور۔فون 042-5182727

www.naqshbandiaowaisiah.com

# اداریہ سرحد میں دینی قوتوں کا امتحان

مرکز، پنجاب، سندھ اور بلوچستان میں مسلم لیگ (ق) کی حکومتیں بن چکی ہیں جبکہ صوبہ سرحد میں دینی جماعتوں کے اتحاد متحدہ مجلس عمل نے حکومت بنائی ہے۔ یہ پہلی بار ایسا ہوا ہے کہ عوام نے دینی جماعتوں پر بھرپور اعتماد کیا ہے اسی وجہ سے پوری قوم کی نظریں سرحد حکومت پر لگی ہوئی ہیں۔ اس بار عوام یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ جو علماء گزشتہ پچپن سال سے نفاذ اسلام کی باتیں کر رہے تھے اب برسر اقتدار آنے کے بعد وہ کیا تبدیلی لاتے ہیں۔ کیونکہ ماضی کے حکمرانوں نے عام آدمی کو کھوکھلے نعروں اور جھوٹے وعدوں کے سوا کچھ نہیں دیا۔ عام آدمی انصاف کے لئے کچہریوں کے دھکے کھا کھا کر تنگ آ چکا ہے۔ اسے عدالتوں سے اپنا حق لینے کیلئے برسوں انتظار کی سولی پر لٹکنا پڑتا ہے۔ عدالت کے اہلکاروں کو نذرانے اور وکلاء کو بھاری فیسیں ادا کرنے کے بعد بھی اکثر اسے انصاف نہیں ملتا۔

ہسپتالوں اور طبی مراکز میں صحت کی سہولتیں نایاب ہو چکی ہیں۔ ادویات اتنی مہنگی ہیں کہ عام آدمی انہیں خریدنے کی سکت نہیں رکھتا۔ سرکاری ہسپتالوں میں بے اُصولیوں اور ڈاکٹروں کی عدم دستیابی کی وجہ سے مریض مارے مارے پھرتے ہیں اور ان کا کوئی پرسان حال نہیں۔

ملک میں تعلیم کا شعبہ بدترین زوال کا شکار ہے۔ طبقاتی نظام تعلیم نے معاشرے کو مختلف حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ غریب کے بچے کتابیں بھی نہیں خرید سکتے جبکہ پرائیویٹ سکولوں میں ایک ایک بچے کی تعلیم پر ہزاروں روپے ماہانہ اخراجات اٹھتے ہیں۔ یوں عام طبقے کے لئے معیاری تعلیم ایک خواب بن کر رہ گئی ہے۔

پاکستان کے غیر منصفانہ معاشی نظام نے بھی قوم کا کچومر نکال کر رکھ دیا ہے اور سودی نظام نے قوم کو بری طرح جکڑ رکھا ہے۔ دولت کی اس غیر منصفانہ تقسیم نے معاشرے کو مہنگائی اور بے روزگاری کے چنگل میں پھنسا دیا ہے۔ غریب کے لئے دو وقت کی روٹی کا حصول بھی مشکل ہو گیا ہے۔ ایک طرف لوگ روزگار نہ ملنے کی وجہ سے خودکشی کرنے پر مجبور ہیں اور دوسری طرف حکمران عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ ایسے بدترین حالات میں صوبہ سرحد میں قائم ہونے والی دینی جماعتوں کی حکومت پر بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ معاشرے کے پسے ہوئے طبقے کے بنیادی مسائل حل کرنے کے لئے فوری اقدامات کرے تاکہ وہ دوسرے صوبوں کے لئے بھی قابل تقلید مثال بن سکیں۔

گو اب تک سرحد حکومت نے شراب، سینما اور ایسے ہی دوسرے کاموں پر پابندی اور عوام کو عبادات کی طرف راغب کرنے کے اعلانات کئے ہیں، مگر عوام کے بنیادی مسائل حل کرنے کے لئے ابھی تک کوئی اعلان نہیں ہوا۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ سرحد حکومت کی طرف سے لوگوں کو انصاف، تعلیم، صحت اور روزگار کی سہولیات فراہم کرنے کے لئے ہنگامی بنیادوں پر کام کیا جاتا۔ کیونکہ اب دینی قوتوں کے پاس اختیارات بھی ہیں اور وسائل بھی۔ اگر وہ اختیارات کا درست استعمال کریں اور وسائل ایسے منصوبوں پر خرچ کریں جس سے پسے ہوئے طبقے کو انصاف کی فوری فراہمی ممکن ہو۔ تمام شہریوں کو صحت کی سہولتیں میسر آئیں۔ لوگوں کو روزگار کے مواقع ملیں اور معاشرے کا چپّہ چپّہ فرزیور تعلیم سے آراستہ ہو سکے تو عوام کی تقدیر بدل سکتی ہے۔

متحدہ مجلس عمل کے رہنماؤں کو یہ بات بھی اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ ایک طرف انہیں اندرونی طور پر بہت سے مسائل کا سامنا ہوگا تو دوسری جانب اسلام دشمن طاقتوں کی طرف سے مختلف رکاوٹیں بھی سامنے آئیں گی جن کو بہترین حکمت عملی کے تحت دور کرنا پڑے گا۔ اگر سرحد حکومت کی پالیسیوں سے عوام کے لئے ترقی اور خوشحالی کے دروازے کھلتے ہیں تو پھر آئندہ انتخابات میں صوبہ سرحد ہی نہیں دوسرے صوبوں کے لوگ بھی دینی قوتوں کو آگے آنے کا موقع دیں گے جس سے پورے ملک میں اسلامی نظام کا نفاذ ممکن ہو سکے گا اور پاکستان کے عوام اس کے ثمرات سے استفادہ کریں گے۔ بصورت دیگر عوام دینی جماعتوں سے مایوس ہو جائیں گے اور دوبارہ ان کے دل میں جگہ بنانا اگر ناممکن نہیں، تو بہت مشکل ضرور ہو جائے گا۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

# عملی زندگی

عملی زندگی کے دو پہلو ہیں ایک یہ ہے کہ اپنے کردار کو درست کیا جائے۔ اپنے ساتھ جنگ کی جائے اپنے کردار کی اصلاح کی جائے۔ بندے کا تعلق رب جلیل سے مضبوط ہو۔ اپنے رب کو پہنچانے اور سربسجود ہو کر اپنا رابطہ اس سے استوار رکھے۔ اور ہمہ وقت اپنے رب کی یاد کو اپنے سینے میں بسائے رکھے۔ اور دوسرا یہ کہ معاشرے پر جو ظلم ہو رہا ہے اس کا دفاع کیا جائے۔ اس کو روکا جائے۔ اور لوگوں کو اس طرف باور کروایئے کہ اسلام ہمارا فرض بھی ہے اور ضرورت بھی، اسلام کے بغیر زندگی کا، جینے کا کوئی مزہ نہیں۔

**خطاب امیر محمد اکرم اعوان**
**دارالعرفان، منارہ 2-12-2002**

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیم o

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیمِ o

وَرَبُّکَ الْغَنِیُّ ذُو الرَّحْمَه اِنْ یشاء یُذْهِبْکُمْ وَیَسْتَخلِف مِن بعدِ کُمْ مَایَشآء کَمْ اَنْشاکُمْ مِنْ ذُرِّیَتِهِ قومٍ اٰخرِینَ. اَللّٰهُمَّ سُبْحانَکَ لَاعِلْمَلَنَا الامَا عَلَمتنا اِنَّکَ اَنْتَ العَلِیمُ الحکیم.o

مَولایاَ صَلِ وَسَلِّم دائماً ابداًعلیٰ حبیبِکَ مَنْ ذَانَتِ بِهِ الْعَصرواo

آٹھویں پارے میں سورۃ الانعام میں یہ آیت مبارکہ ہے۔ اس میں ارشاد ہو رہا ہے کہ اے مخاطب تیرا پروردگار غنی ہے۔ بے نیاز ہے۔ اسے کسی قسم کی کوئی احتیاج نہیں۔ کسی کا ضرورت مند نہیں۔ ذوالرَّحْمَہ بلکہ وہ عطا کرنے والا ہے۔ اسے کسی سے وصول کرنے یا مانگنے کی حاجت نہیں ہے۔ وہ خود بڑی رحمت والا ہے۔ اِنْ یشاء یُذْهِبْکُم وَیَسْتَخلِف من بعدِ کُم مَایَشَآء اگر وہ چاہے تو تم سب کو نابود کر دے۔ جس طرح تمہیں اوروں کی جگہ زندگی عطا کی۔ تم سے پہلے خطہ زمین پر کچھ اور لوگ تھے۔ کچھ اور اقوام تھیں۔ وہ چلے گئے۔ تم نے ان کی جگہ لے لی اور یہ ایک مسلسل عمل ہے۔ لیکن اگر وہ چاہے تو یکدم بھی سارے کے سارے جہاں کو نابود کر دے اور پھر سارے کے سارے جہاں کو دوسرے لوگ پیدا کر کے آباد کر سکتا ہے۔

اللہ جل شانہٗ نے اپنی کتاب اتار کر ایک ضابطہ حیات دیا۔ قرآن حکیم کے دو حصے ہیں۔ ایک حصہ جسے آپ عبادات کہتے ہیں۔ وہ اس لئے ہے کہ بندے کا تعلق رب جلیل کے ساتھ مضبوط ہو۔ اپنے رب کو پہنچانے اور سربسجود ہو کر اپنا رابطہ اس سے استوار کرے۔ اپنے دل کو ذاکر بنائے۔ اور ہمہ وقت اپنے رب کی یاد کو اپنے سینے میں بسائے رکھے۔ اپنی زبان سے اس کی حمد وثناء کرے۔ دوسرا حصہ اعمال کا ہے۔ عملی زندگی کا ہے۔ عبادات کا حاصل عملی زندگی ہے۔ یہ ایک اصول سمجھ لیجئے ہمارے ہاں ایک غلط فہمی عام ہوگئی ہے۔ کہ عبادت پر ثواب ملے گا۔ اور اس ثواب پر نجات ہوگی۔ یہ صریحاً غلط فہمی ہے۔ وہ عبادات پر براہ راست جو ثواب ملتا ہے۔ وہ ہوتی ہے اعمال کی اصلاح، یہ عبادت کا ثواب ہے۔ اگر کوئی عبادت کرتا ہے واقعی اور خلوص دل سے کرتا ہے تو اس کا ثواب جو قرآن کریم نے بتایا۔ جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہے۔ یہ وہ ہے کہ اِنَّ الصَّلٰوۃ تنھٰی عَنِ الفحشَاء وَالْمُنکر کہ بے شک اللہ کی عبادت برائی سے اور بے حیائی سے روک دیتی ہے۔

عبادت کا ثواب یہ ہے۔ کہ عملی زندگی کی اصلاح ہو جائے۔ اور آخرت ملتی ہے عملی زندگی پر یہ جو Short cut میں کہہ دیا جاتا ہے۔ کہ عبادت پر آخرت ملتی ہے۔ تو اس میں سے درمیان میں سے ایک کڑی چھوٹ جاتی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لوگ عملی زندگی سے بے پرواہ ہو جاتے ہیں۔ اعمال میں احتیاط نہیں کرتے۔ اور اس پہ خوش رہتے ہیں کہ میں نے اتنے حج کئے۔ میں نے اتنے عمرے کئے۔ میں اتنی تسبیحات پڑھتا ہوں۔ میں نے اتنا ذکر کیا میں نے اتنے مجاہدے کئے۔ اب مجھے نجات مل جائے گی۔ جنت میرا حق ہو گیا۔ ایسی بات نہیں ہے بلکہ عبادات سے عملی زندگی سدھرتی ہے، سنورتی ہے، صحیح ہوتی ہے، درست ہوتی ہے،

www.naqshbandiaowaisiah.com



قلب ذاکر ہو جائے۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان عملی زندگی میں ہر جگہ عظمت الٰہی کو نہ بھولے۔ جب بھی کوئی کام کرنے کا موقع آئے تو یہ سوچے سنت نبوی کیا ہے۔ حضور ﷺ نے کیا طریقہ بتایا ہے۔ اور اللہ کس انداز سے راضی ہے۔ کہ یہ کام کس طرح کیا جائے۔

ہماری بدقسمتی یہ ہے۔ کہ ہم نے یہ درمیان کی کڑی جو ہے اس عہد میں آ کر بھلا دی اور قوم دو حصوں میں تقسیم ہو گئی ہے۔ اور ایک وہ جو عبادت نہیں کرتے اور عملی زندگی میں جو جی چاہتا ہے وہ کرتے ہیں۔ اور دوسرے وہ جو عبادت کرتے ہیں۔ اور بہت زیادہ کرتے ہیں۔ صاحب ثروت ہیں۔ ہر سال عمرہ کرتے ہیں، سارا سال تبلیغ کیلئے سفر کرتے ہیں، محنت کرتے ہیں لیکن اس محنت کو صرف اس حد تک محدود کرتے ہیں کہ اب آپ تبلیغی جماعت کا دیکھ لیں کہ کتنی بڑی محنت کرتے ہیں۔ لیکن ساری محنت کا حاصل میرے نزدیک یہ ہے کہ کچھ اور تبلیغی پیدا کر لیتے ہیں۔ عملی زندگی میں، میں نے فرق بہت کم دیکھا ہے کم از کم ہمارے ساتھ جو ہمارے ماحول میں رہتے ہیں۔ ان کا کردار دیکھ کر تو یہ نظر آتا ہے کہ یہ پہلے سے بھی گئے گزرے لوگ ہو گئے ہیں۔ ایک انہیں تھوڑا اسا اعتماد آ گیا ہے کہ ہماری تو نجات ہو گئی۔ اب ہم جو جی چاہے کرتے رہیں۔ جن سے واسطہ پڑا، جن سے سابقہ پڑا یہ کوئی بات تنقید کی نہیں ہے۔ یہ واقعات کی بات میں کر رہا ہوں کہ ایسا ہوتا ہے حالانکہ ایسا ہونا نہیں چاہئے۔ تبلیغ تو ایسا علاج ہے۔ جسے علماء نے بدعملی سے چھٹکارے کیلئے تجویز کیا تھا۔ مولانا تھانویؒ سے کسی نے پوچھا تھا۔ کہ میں واعظ ہوں۔ مبلغ ہوں۔ لوگوں کو تبلیغ کرتا ہوں۔ لیکن مجھ سے اپنے میں یہ قصور ہے۔ مجھ سے یہ خطا ہوتی ہے۔ انہوں نے لکھا کہ تم سے جو خطا سرزد ہوتی ہے۔ جو گناہ کرتے ہو۔ اس پر بیان کیا کرو کسی اور کا بھلا ہو نہ ہو۔ اللہ تمہیں اس سے بچنے کی توفیق دے دے گا۔ تو وہی مفہوم آ گیا تبلیغ کا، تبلیغ سے محض دوسرے اور تبلیغی پیدا کرنا مراد نہیں ہے۔ مراد یہ ہے کہ جب تبلیغ کرتا ہے۔ دوسروں کو بھلائی کی، تو اس کے اپنے کردار میں بھلائی آ جانی چاہئے۔ اور اگر یہ نہیں آ رہی۔ تو پھر محض ایک سیر سپاٹا ہی رہ جاتا ہے۔ یا مشقت رہ جاتی ہے۔ اسی طرح عبادات میں اگر اللہ کی عبادت عملی زندگی کو متاثر نہیں کرتی۔ تو پھر ایک Exercise رہ جاتی ہے۔ اٹھنا بیٹھنا رہ جاتا ہے۔ جو ہم کر لیتے ہیں۔ وہ بات نہیں بنتی جو اس کا مقصد ہے۔

**قرآن حکیم کے دو حصے ہیں۔ ایک حصہ جسے آپ عبادات کہتے ہیں، وہ اس لئے ہے کہ بندے کا تعلق رب جلیل کے ساتھ مضبوط ہو۔ دوسرا حصہ اعمال کا ہے، عملی زندگی کا ہے، عبادات کا حاصل عملی زندگی ہے۔**

نبی کریم ﷺ نے غزوہ بدر کے بعد فرمایا کہ اصحاب بدر جو تھے۔ جتنے لوگ بدر میں شامل تھے۔ اللہ نے ان سے جنت کا وعدہ کر دیا۔ اس کے بعد جو بھی وہ جی چاہے کریں۔ وہ جنتی ہے۔ محدثین اکرام جب اس پہ بحث فرماتے ہیں۔ جو چاہے کریں۔ جو چاہیں میں تو سارے جرم آ جاتے ہیں۔ جو کہ کفر و شرک بھی آ جاتا ہے۔ جو چاہے میں تو کوئی پابندی نہیں۔ تو کیا وہ جرم بھی کریں۔ گناہ بھی کریں۔ تو بھی جنتی ہیں۔ پھر اس کا خود ہی جواب دیتے ہیں۔ کہ اللہ جب کسی کیلئے جنت مقدر کر دیتا ہے۔ تو اسے کام ہی ایسے کرنے کی توفیق دیتا ہے جو جنتیوں کیلئے سزاوار ہوتے ہیں۔ جب کسی کو نبی کریم ﷺ نے فرما دیا کہ یہ جنتی ہیں تو ان سے کوئی ایسا کام ہی نہیں ہو سکے گا۔ جو اہل جنت کو زیب نہ دیتا ہو یہ وہی کام کریں گے جو جنت والوں کو کرنے چاہیں۔

یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ کہ میرے بعد اگر امت میں کسی مسئلہ پر اختلاف آ جائے اور ساری امت ایک طرف ہو اور اہل بدر میں سے کوئی ایک بندہ زندہ ہو۔ اور اس کی رائے مختلف ہو تو عمل اس کی رائے پر کرنا۔ اس لئے کہ اس کی رائے حق ہوگی۔ کہ وہ اہل جنت میں سے ہے۔ اس لئے فرمایا۔ اب دیکھیں ایک طرف ساری امت ہے اس پر بڑے نیک لوگ ہیں۔ بڑے دیگر صحابہ بھی ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ عمل اس ایک آدمی کی بات پر کرنا۔ جو بدر میں شریک ہوا۔ اس کی شرح میں بھی علمائے اکرام ہی فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے اس لئے

www.naqshbandiaowaisiah.com



فرمایا۔ کہ ان کیلئے جنت کا فیصلہ ہو چکا۔ اب وہ جو بات کر رہا ہے۔ وہ صراصر حق ہے۔ کیونکہ وہ اہل جنت میں سے ہے۔ اس کی بات غلط نہیں ہو سکتی۔ دوسرے خلوص دل سے کر رہے ہیں ان کو غلطی لگ سکتی ہے۔ ممکن ہے جو فیصلہ انہوں نے سوچا ہو۔ وہ غلط ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ چونکہ اہل جنت میں سے ہے۔ یہ غلط فیصلہ نہیں کر سکتا ہے اللہ وہی فیصلہ اس کے دل میں القا کرے گا۔ جو جنتیوں کا ہے اور وہ حق ہوگا۔

اب اعتکاف ایک بہت بڑی عبادت ہے۔ سالانہ ریفریشر کورس ہے۔ جو خود نبی کریم ﷺ ہر سال فرمایا کرتے تھے۔ اور قرآن حکیم کا دور فرمایا کرتے تھے۔ جبرائیل امین کے ساتھ۔ اس کا حاصل بھی یہی ہے۔ کہ جب ہم اعتکاف سے باہر جائیں۔ تو ہم پہلے سے بہتر انسان ہوں یہ تو نہیں کہا جا سکتا۔ کہ ہر شخص جو اعتکاف سے اٹھے گا وہ بایزید بسطامی بن جائے گا۔ لیکن یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ وہ پہلے والا بندہ نہیں ہوگا۔ اگر پہلے بھی نیک تھا تو پھر اور نیک ہوگا۔ اگر پہلے بھی مجاہد تھا۔ تو اب اس سے زیادہ طاقتور مجاہد ہوگا۔ اگر پہلے بھی اس کی سوچ صحیح تھی۔ تو اب اس سے زیادہ صحیح ہو جائے گی۔ تو اصل اجر جو ہے وہ عملی زندگی پر ہے۔

عملی زندگی کے پھر دو پہلو ہیں۔ ایک پہلو یہ ہے کہ اپنے کردار کو درست کیا جائے۔ اپنے ساتھ جنگ کی جائے۔ انسان کے پیچھے شیطان بھی ہے اور اپنا نفس بھی ہے۔ نفس جو ہے یہ بھی آگ، مٹی، پانی اور ہوا کے ملنے سے بنتا ہے اس کی سوچ بھی مادی مفادات کی طرف ہوتی ہے۔ شیطان ہے تو وہ بھی دنیوی مفاد کھا کر بندے کو جُرم پہ آمادہ کرتا ہے کہ چھوڑو نیکیاں بعد میں ہوتی رہیں گی۔ پہلے یہ دنیوی فائدہ حاصل کرلو۔ نفس جو ہے اس کی سوچ ہی آخرت کی یا روحانیت کی نہیں بن سکتی۔ کیونکہ وہ اس سے بنا نہیں ہے۔ جو تعبیر ہے وہی آگ، مٹی، پانی اور ہوا کے ملنے سے، مادہ کی مادی سوچ کا ہی حامل ہے وہ بھی مادی مفادات اور وقتی مفادات کو سوچتا ہے۔

> **بلکہ عبادات سے**
> **عملی زندگی**
> **سدھرتی ہے،**
> **سنورتی ہے،**
> **صحیح ہوتی ہے،**
> **درست ہوتی ہے**

اب انسان کے اندر جو روح ہے وہ عالمِ امر سے ہے۔ جب اسے روح کی حیات نصیب ہوتی ہے تو اس کے اندر ہر دم ایک تصادم برپا رہتا ہے۔ ہمیں یہاں بھی ایک غلطی لگتی ہے۔ کچھ لوگ یہ سوچ لیتے ہیں کہ جب میں نمازیں ادا کرتا ہوں۔ تو مجھے بُرائی کا خیال ہی نہیں آنا چاہئے۔ ایسی بات نہیں ہوتی۔ بُرائی کی طرف دعوت دینے کیلئے شیطان موجود ہے۔ نفس موجود ہے۔ حالات گھڑتے رہیں گے۔ روحانی قوت کا مطلب ہی یہ ہے کہ آپ اس بُرائی کا دفاع کر کے نیکی کریں گے اسی لئے نبی علیہ السلام جب جہاد سے واپس آئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ **رَجَعنَا اِلٰی جِھَادِ الْاَصْغَرِ اِلٰی جِھَادِ الْاَکْبَر**۔ ہم ایک چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف پلٹ آئے ہیں۔ جو جہاد میدان کار زار میں کرنا پڑتا ہے۔ اسے حضور ﷺ نے چھوٹا قرار دیا۔ اس لئے کہ وہ روز نہیں ہوتا۔ وقتی اور لمحاتی طور پر ہوتا ہے۔ اور مخالف قوم سے مقابلہ ہوتا ہے کفر سے، تو قدرتی ایک جذبہ مقابلے کا پیدا ہو جاتا ہے۔ لیکن اپنے آپ سے جہاد کرنا اور دن رات کرنا، فرمایا یہ جہاد اکبر ہے۔ یہ تو ہمہ وقت ہے اس سے تو کبھی بندے کو فرصت ہی نہیں ملتی۔ ہر موقع پر، ہر کام کا فیصلہ کرتے ہوئے، ہر سفر کرتے وقت، ہر سوچ سوچتے وقت اسے ایک جہاد کرنا پڑتا ہے۔ کہ مجھے وہ کام کرنا ہے۔ جس کا حکم اللہ نے، اور اللہ کے حبیب ﷺ نے دیا ہے۔ تو اپنے آپ کی اصلاح ہی جہاد اکبر ہے۔

اب اس کے ساتھ اس کا دوسرا حصہ ہے۔ کہ جس معاشرے میں آپ رہتے ہیں۔ اس میں ظلم کے خلاف مسلسل جہاد کیا جائے۔ زبان سے، قلم سے، عمل سے کہ جو طاغوتی طاقتیں معاشرے کو پنجے میں جکڑے ہوئے ہیں۔ ان سے معاشرے کو کس طرح آزاد کرایا جائے۔ کس طرح حق وانصاف ہر فرد کو حاصل ہو۔ کس طرح ہر شخص کو حفاظت حاصل ہو۔ کس طرح ہر شخص کا رزق اس تک پہنچے۔ اور درمیان میں جو رزق چھیننے والے ہیں ان کو کس طرح ہٹایا جائے۔ اس میں ساری سیاسیات سے لیکر ہر کاروبار زندگی تک آ جاتا ہے

www.naqshbandiaowaisiah.com



اور یہ ہی اللہ کا پسندیدہ عمل ہے۔ اگر ہم یہ نہیں کرتے۔ ایک شخص برائی نہیں کرتا۔ ہمیشہ نیکی کرتا ہے۔لیکن معاشرے کے سارے ظلم برداشت کرتا ہے، سہتا ہے، دیکھتا ہے اور اس کی کوئی تردید نہیں کرتا تو عند اللہ تو وہ اس سارے ظلم میں شریک سمجھا جاتا ہے۔ یعنی ظلم کو برداشت کرنا۔ ظلم میں شراکت سمجھی جاتی ہے۔ تو پھر آپ خود اپنے معاشرے میں دیکھ لیں۔ ہمارا ایک بھائی ہے ہم پر کوئی شخص زیادتی کرتا ہے وہ اس میں کوئی حصہ نہیں لیتا۔ اس پر ناراض بھی نہیں ہوتا۔ ہمیں اس سے بچانے کی کوشش بھی نہیں کرتا۔ خاموش اپنی جگہ تسبیح کرتا رہتا ہے۔ تو ہم کیا کہیں گے۔ کیا ہمارا یہ فیصلہ نہیں ہوگا کہ یہ بھی مجھ پر ظلم کرنے میں شریک ہے۔ یہ بات نہیں کرسکتا تھا۔ یہ کہہ نہیں سکتا تھا، میرے ساتھ کھڑا نہیں ہوسکتا تھا کہ اس پر ظلم نہ کرو۔ یہ بیٹھا سجدے پہ سجدے کرتا رہا کیا ہم یہ سمجھیں گے کہ یہ تو عبادتِ میں لگا ہوا ہے بھئی اسے تو عبادت کرتے رہنا چاہئے تھا۔ تو یہ تو ہمارا اپنا فیصلہ بھی یہی ہوگا، کہ یہ ظلم میں شریک ہے اس نے ظلم کو روکنے کی کوشش نہیں کی۔ میرا ساتھ نہیں دیا۔ یہی فیصلہ معاشرے پہ بھی لاگو ہوتا ہے۔ کہ جب ہم ظلم سے سمجھوتہ کر لیتے ہیں۔ برداشت پیدا کر لیتے ہیں کہ خیر ہے ظلم ہوتا ہے، ہوتا رہے میں تو اپنی عبادت کر رہا ہوں تو ظلم میں شریک سمجھا جائے گا۔ اس لئے عملی زندگی کے یہ دو پہلو ہیں، کہ ہم اپنے کردار کی اصلاح کریں۔ اور دوسرا معاشرے پر جو ظلم ہو رہا ہے اس کا دفاع کریں۔

اس کو روکا جائے۔

الحمدللہ اللہ کریم نے ہمیں سلسلہ عالیہ میں داخلے کا شرف بخشا اور یہ اس کا بہت بڑا احسان ہے۔ اس لئے کہ میں اپنے بارے یہ کہہ سکتا ہوں کہ مجھ میں کوئی خوبی نہ تھی۔ اگر سلیکشن ہوتی اچھے لوگوں کو چنا جاتا۔ نیک لوگوں کو چنا جاتا۔ تو اس میں، میں نہیں آتا تھا۔ لیکن اس کی رحمت ہماری سوچ سے وسیع تر ہے اور وہ جسے چاہتا ہے اپنے کام کیلئے، اپنی خدمت کیلئے چُن لیتا ہے۔ کوئی کسی قسم کی پابندی اس کی ذات پر نہیں۔ اس

> **عملی زندگی کے یہ دو پہلو ہیں، کہ ہم اپنے کردار کی اصلاح کریں۔ اور دوسرا معاشرے پر جو ظلم ہو رہا ہے اس کا دفاع کریں۔ اس کو روکا جائے**

نے مجھے آپ کو، ہم سب کو اس سے بہرہ ور فرمایا۔ سلسلہ عالیہ میں داخل ہونا، یہ کتنی بڑی سعادت ہے جس کے بارے میں اس دنیا میں شاید سوچا بھی نہیں جاسکتا۔ اس کا پتہ میدان حشر میں چلے گا۔ جب مشرک لوگ الگ ہو کر اپنی اپنی جگہ جائیں گے۔ مسلمان جب لواء الحمد کی طرف بھاگیں گے۔ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جھنڈا ہے۔ تو سمجھ اس وقت آئے گی کہ اس کے قریب تر اس کے زیر سایہ سب سے اچھا کون ہے۔ انشاءاللہ۔ اللہ کے وہ بندے جن کے دلوں

کو چودہ صدیوں کے بعد براہ راست برکات نبوی تقسیم ہو رہی ہیں۔ یہ اس وقت بھی مقربین کی جوتیوں میں جگہ پائیں گے۔ اور حضور کے قریب تر لوگوں کے قدموں میں کھڑے ہوں گے۔ لیکن بہت عرصہ یہ بات صرف ذکر تک چلتی رہی۔ کم از کم پچیس برس جو حضرت جیؒ کی قیادت وسعادت نصیب رہی۔ عملاً اب بھی ان کی ہے۔ دنیا سے پردہ فرما گئے۔ اور مجھ سے جیسے گہنگاروں کے حصوں میں آ گئی تو یہ بات اسی طرح چلتی رہی تھی اور اس کے بعد 1992ء میں، ہم نے الاخوان کی بنیاد رکھی۔ اس لئے کہ ایک حد تک تربیت یافتہ لوگ ہو چکے تھے اور چاہا کہ پاکستان کی عملی سیاست میں ان کا کوئی حصہ ہو۔ اور معاشرے پر حکمرانوں کی طرف سے، حکومت کی طرف سے، جو حکومت کے نام پر جبرو استبداد اور ظلم وجور ہو رہا ہے۔ اس کا دفاع کیا جائے۔ 92ء کے بعد 2002ء میں پہلی دفعہ ہم نے عملی طور پر کسی سیاسی جماعت منظم ہو کر ووٹ دیئے۔ اب تک ہم نے کسی سیاسی جماعت کی تائید یا تردید نہیں کی۔ اس لئے کہ ہر کام کا ایک وقت ہوتا ہے۔ تربیت ضروری تھی۔ جب سمجھا گیا کہ ہم اس قابل ہیں اس دفعہ اور الحمدللہ، الاخوان کے ووٹوں کی ایک حیثیت تھی۔ اور اسے تسلیم کیا گیا۔ اس سے اگلی بار شاید ہمیں زیادہ کام کرنا پڑے دنیا میں تبدیلی لانے کیلئے محض گولی چلانا ہی ایک طریقہ نہیں ہے۔ اگر گولی چلائے بغیر، ہتھیار استعمال کئے بغیر، مثبت طریقے سے تبدیلی آسکے تو وہ بہت بہتر ہوتی

ہے۔

اللہ کا شکر ہے کہ اس دفعہ دینی جماعتیں اور بہت سے علماء اسمبلی میں ہیں لیکن دیکھنا یہ ہے کہ ان حضرات کے وہاں موجود ہونے سے کیا نظام سلطنت میں مثبت تبدیلی آتی ہے۔ اگر آتی ہے تو پھر اس کام کیلئے وہ لوگ کافی ہیں الحمدللہ پھر ہماری ضرورت نہیں ہے چونکہ جو کام ہو رہا ہے۔ پھر اس میں ہم ان کی تائید کر سکتے ہیں۔ ان کی نصرت کر سکتے ہیں۔ ان کے ساتھ تعاون کر سکتے ہیں۔ لیکن خطرہ یہ ہے جو مجھے خدشہ ہے وہ یہ ہے کہ شاید ایسا ہو نہیں پائے گا۔ آدمی کو امید بھلائی کی رکھنی چاہیئے۔ اچھی بات ہے لیکن حقائق کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ پہلا دور ہی سیاست کا جو گزرا ہے۔ پہلا راؤنڈ جسے آپ کہتے ہیں جو ہوا ہے اس کھیل کا۔ اس میں علماء جیت نہیں سکے۔ میں نے عرض کیا تھا۔ علماء سے، کالم میں لکھ کر پورے ملک میں وہ شائع ہوا کہ آپ عہدوں کے پیچھے نہ بھاگیں۔ آپ بے شک اپوزیشن میں بیٹھ جائیں لیکن برائی کو روکنے کا کردار ادا کریں۔ آپ کہیں ہمیں حکومت نہیں چاہیئے۔ لیکن ہم حکومت کو غیر اسلامی قوانین منسوخ کرنے پر مجبور کر دیں گے۔

کاش! وہ اس بات کو مان لیتے اور ایک بہت اچھا، علماء کا ایک بہت باعزت، اور بلند مقام بھی لوگوں کے دلوں میں بنتا۔ عنداللہ بھی ایک بہت بڑی نیکی بنتی اللہ توفیق دیتا۔ اور وہ یہ کام بھی کر جاتے۔ وہ لوگ مجھ سے زیادہ پڑھے لکھے، دانشور، سمجھدار، نیک ہیں۔ اہل علم ہیں۔ اس پر تو لوگ ناراض ہوئے مجھ پر اور ان کا فیصلہ یہی تھا کہ ہمیں وزارت عظمٰی ملنی چاہیئے۔ وہ حکومت ملنی ہے وہ ملنی ہے لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ علماء بے حیثیت ہو گئے۔ اور چوہدری شجاعت حسین نے بیان دیا کہ ہم نے مجلس عمل کے بغیر حکومت بنا کر دکھا دی۔ غالباً آپ میں سے بھی اکثر دوستوں نے پڑھا ہوگا۔ تو پہلے راؤنڈ میں ہمیں یہ محسوس کرنا چاہیئے۔ کہ پہلے راؤنڈ میں ہمارے کھلاڑی ناکام ہوئے۔ اب دوسرا راؤنڈ شروع ہوا علماء کی حکومت سرحد میں بن گئی۔ الحمدللہ بلوچستان میں بھی بہت سا حصہ علماء کا آ گیا۔ تو سٹارٹ یہ ہونا چاہیئے تھا کہ معاش کو ہر آدمی کیلئے سہل کیا جائے۔ جب حکومتیں صوبوں میں ان کی اپنی ہیں تو جو نعرہ یہاں ہمیں الیکشن میں ہمیں دیا گیا تھا۔ کہ سود ختم ہونا چاہیئے۔ اب وہاں اس پر عمل کیا جائے۔ لیکن سرحد میں بھی یہ ہوا کہ شراب پر پابندی لگ جائے گی کون سی شراب پر آپ پابندی لگائیں گے۔ جو شراب پیتے ہیں۔ وہ تو آپ سے اوپر بیٹھے ہیں۔ کون سا دیہاتی کسان شراب پیتا ہے۔ کون سا بازار کا چھابڑی فروش شراب پیتا ہے۔ کونسا دکاندار شراب پیتا ہے۔ کون سا عام غریب ملازم شراب پیتا ہے۔ شراب پینے والے تو آپ کے اوپر بیٹھے ہیں۔ تو آپ کی پابندی کس پر ہوگی۔ یہ تو کوئی بنیادی کام نہیں۔ نمازوں کی پابندی کرائی جائے گی۔ یہ کام تو امام مسجد بھی کر رہا ہے۔ ہر آدمی سے کہہ رہا ہے نماز کی پابندی کرو۔ آپ نے بھی وہی کام کرنا ہے۔ تو پھر حکومت میں جانے کا کیا فائدہ۔

**سلسلہ عالیہ میں داخل ہونا، یہ کتنی بڑی سعادت ہے جس کے بارے میں اس دنیا میں شاید سوچا بھی نہیں جا سکتا اس کا پتہ میدان حشر میں چلے گا۔**

آپ بات کو لوگوں کی معیشت سے شروع کریں جس سود کو ختم کرنے کے لئے آپ نعرے لگا رہے تھے۔ اب آپ حکومت میں ہیں کم از کم آپ سرحد میں تو سود ختم کر دیں۔ جو ناانصافیاں ہو رہی ہیں۔ کہ فنڈز لوگ کھا جاتے ہیں۔ غریب محروم رہ جاتے ہیں۔ اس پر آئیں۔ لوگوں کو دلائیں۔ زکوٰۃ کا نظام بنائیں۔ صوبے کی مرکزیت بنائیں۔ اور وہ ایک جگہ جمع ہو۔ بے شک دینی مدارس کو ان کی ضرورت کے مطابق دیں۔ لیکن وہ اتنی جمع ہو جاتی ہے۔ کہ غرباء کو، بزرگان، یتیموں اور بے روزگاروں کو الاونس دیں۔ یہ کوئی کرنے کا کام ہے۔ حکومت میں آ کر آپ نے کہا نماز پڑھو۔ تو کیا فائدہ ہوا، نماز کا ہر آدمی کو پتا ہے کہ اسے پڑھنی ہے اور مولوی اسے روز کہتا ہے۔ لوگوں کو روزگار دیں۔ عدلیہ کو درست کریں۔ ظالمانہ قوانین کو مٹا کر وہاں حدود شرعی لائیں۔ عدالتوں میں اسلامی قوانین رائج کریں۔ تعلیم کو عام کریں۔ تعلیم میں دین کو شامل کریں۔ کہ جو سرکاری سکولوں میں پڑھ کر آتا

www.naqshbandiaowaisiah.com



ہے۔ وہ دین بھی سمجھتا ہو۔ تو یہ کامیابی ہے اور اگر آپ اس طرح رہے کہ جو کام امام، مسجد میں بیٹھ کر کر رہے ہیں۔ وہ آپ حکومت میں بیٹھ کریں تو کیا فرق پڑے گا۔ پھر بھی وہی لوگ نماز پڑھیں گے۔ جنہیں رب توفیق دے گا۔ آپ ہر بندے کے ساتھ کونسا سپاہی کھڑا کر دیں گے آپ کہ جو جنگل میں ہے وہ بھی نماز پڑھے، جو کام کاج پہ ہے وہ بھی پڑھے نہیں تو سرکاری سپاہی ساتھ ہے۔ تو اس دوسرے راؤنڈ میں بھی ابھی تک انہوں نے کوئی ایک پوائنٹ جیتا نہیں ہے اور یہ میں تنقید کیلئے نہیں کہہ رہا۔ اللہ مجھے اس سے پناہ میں رکھے، یا گلے کیلئے نہیں کہہ رہا ہوں، رہنمائی کیلئے اگر وہ سمجھنا چاہیں تو۔ لیکن خدا نہ کرے۔ اگر یہ اس راؤنڈ میں ناکام ہوتے ہیں تو پھر کیا ہوگا۔ کیا پورا ملک بیٹھ جائے گا کہ چلو خیر ہے جی اسلام تو نافذ نہیں ہو سکتا چھوڑ دو۔ یہ تو مشکل کام ہے یہ تو علماء سے بھی نہیں ہو سکا نہیں، پھر تمہاری باری ہے۔ اللہ کرے یہ کامیاب ہوں آمین اللہ کرے کہ لوگوں کو عدل ملے، اللہ کرے لوگوں کا معاش لوگوں تک پہنچے۔ لوگوں کو ان کا رزق ملے۔ اللہ کرے لوگوں تک دین اور تعلیم دین پہنچے۔ اللہ کرے یہ علماء حضرات اور دینی جماعتیں کامیاب ہوں۔ لیکن خدانخواستہ اگر ناکام ہوتی ہیں تو کیا ہم سب چھوڑ دیں گے۔ کہ جی یہ تو نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کفر کے ساتھ ہی سمجھوتہ کر لو۔

میری جان! ایسا نہیں ہوگا۔ پھر شاید صرف الیکشن نہ ہوں۔ ممکن ہے پھر گلے کٹانے پڑیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ کرے الیکشن ہی سے کام ہو جائے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پھر شاید الیکشن میں کوئی مولوی کو جگہ نہ دے پھر اپنی جگہ بنانا پڑے گی۔ اور اس کام کیلئے یہ پنتالیس سال سے یہ محنت ہو رہی ہے۔ یہ جو محنت آپ لوگوں کے ساتھ ہو رہی ہے۔ اسے پنتالیس سال ہو گئے۔ جس میں حضرت جی رحمتہ اللہ علیہ کی

> **یہ بات طے شدہ ہے کہ اس خطے پر اسلامی حکومت قائم ہوگی، انشاء اللہ اور ہندوستان کا نام صرف تاریخ میں رہ جائے گا۔**

پوری عمر لگی اور میری عمر کا بیشتر حصہ جس میں لگ گیا۔ الحمد للہ کم و بیش پنتالیس چھیالیس سال مجھے بھی ہو گئے ہیں اس محنت میں کام کرتے ہوئے۔ تو اب اللہ کا نام کنداں کر دیں ہمارا خون روئے زمین پر گرے تو وہ بھی اسم اللہ لکھ دے۔

یاد رکھیں یہ طے شدہ بات ہے کہ اس خطے پر اسلامی حکومت قائم ہوگی یہ طے شدہ بات ہے۔ اس بات کو کوئی ختم نہیں کر سکتا۔ انشاء اللہ یہ طے شدہ بات ہے۔ یہ صرف اس پاکستان پر نہیں ہوگی بلکہ ہندوستان کا قدیم نام صرف تاریخوں میں رہ جائے گا۔ اور پورا برصغیر پاکستان ہوگا۔ انشاء اللہ۔ یہ صرف اس پاکستان میں نہیں ہوگی۔ انشاء اللہ یہ پورا برصغیر پاکستان ہوگا۔ اور ہندوستان نام صرف تاریخوں میں ہوگا لوگ پڑھیں گے کبھی اس برصغیر کا نام انڈیا یا ہندوستان ہوتا تھا۔ لیکن اب یہ پاکستان ہے۔ اور یہ کام انشاء اللہ ہو کر رہے گا۔ اسی کیلئے نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے غزوۃ الہند کی بشارت فرمائی۔ آپ نے غزوۃ الہند میں پاکستان کا نام کیوں نہ لیا۔ اس لئے یہ صرف پاکستان کیلئے نہیں ہے۔ یہ برصغیر ہند کیلئے ہے اور اسے غزوۃ الہند فرمایا حضور اکرم ﷺ نے۔

لاہور ایک میٹنگ تھی علماء حضرات بھی اس میں تھے اور وہ تھی بھی اسی موضوع پر، ایک مذاکرہ تھا۔ سیاسی موضوع پر ہی، حافظ سعید صاحب بھی تھے لشکر طیبہ والے بہت سے دوست تھے بزرگ حضرات بھی تھے۔ تو انہیں ایک صحافی نے سوال پوچھا تھا کہ غزوۃ الہند کو غزوہ کیوں کہا گیا۔ تو ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے اسے جواب دیا کہ چونکہ لڑائی کو اس زمانے میں عرف عام میں غزوہ کہہ دیتے تھے۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے غزوہ فرما دیا۔ غزوۃ الہند کو۔ تو پھر اس نے سوال کا رخ میری طرف کیا تو میں نے کہا میری سمجھ میں تو یہ بات اس طرح نہیں آتی۔ کیونکہ اس زمانے میں بھی حضور ﷺ جس جنگ میں بنفس نفیس شریک ہوتے اسے غزوہ کہتے تھے۔ اور جس میں حضور اکرم ﷺ کسی دوسرے کو قیادت دے کر بھیجتے اسے سریہ کہا گیا۔ تو سیرت میں غزوات وسرایہ دونوں ملتے ہیں۔ کہ جتنے جہاد ہوئے کہ ان میں غزوات کتنے ہیں اور سرایہ کتنے ہیں۔ تو جس میں کسی بھی دوسرے کو

www.naqshbandiaowaisiah.com



امیر لشکر بنا کر حضور ﷺ نے بھیجا وہ جہاد تو حضور ﷺ نے کیا۔ لیکن اپنی فوج اپنے کسی نمائندے کے تحت کر کے بھیجی اسے سریہ کہا جاتا ہے۔ ایک بات، دوسری بات یہ ہے قول نبوی جو ہے اسے رواجات پر نہیں دیا جا سکتا اس کے ہمیشہ اپنے معانی ہوتے ہیں۔ نبی علیہ السلام جو فرمائیں اس کا مطلب یہ نہیں لیا جا سکتا کہ اس وقت لوگ اس طرح عام کہتے تھے۔ تو آپ ﷺ نے کہہ دیا۔ مَاینطِقُ عَنِ الھویٰ ان ھُوَ الاوَحیِ یُوحیٰ غزوہ وہ جہاد ہے جس میں حضور ﷺ بنفس نفیس شریک ہوتے تھے۔ غزوۃ الہند حضور ﷺ کے چودہ سو سال بعد، پندرہ سو سال بعد، بڑی دیر بعد ہوتا ہے تو اس کا مطلب میری نظر میں یہ ہے کہ اس میں حضور ﷺ کی توجہ اتنی ہوگی گویا بنفس نفیس شریک ہیں۔ جو مفہوم میرے نزدیک ہے وہ یہ ہے کہ جب یہاں جہاد برپا ہوگا۔ باطل کو، ظلم کو، جبر کو مٹا کر، عدل اور انصاف قائم کرنے کیلئے جہاد ہوگا تو اس جہاد میں جو اس برصغیر ہندوستان پر ہوگا اس میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی توجہ اتنی بھرپور ہوگی جیسے بنفس نفیس اس میں شریک ہیں۔ اس لئے حضور ﷺ نے اسے غزوۃ الہند فرمایا اور پھر یہ جواب سب نے پسند کیا سب کو سمجھ آئی۔ ڈاکٹر صاحب بھی وہیں موجود تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے تردید نہیں فرمائی۔ کیونکہ اس کا مفہوم ہے ہی یہی آپ ﷺ کے ارشاد کو رواج پر نہیں لیا جا سکتا۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی زبانِ حق ترجمان جو کہتی ہے وہ حق ہے۔

اگر یہ دینی جماعتیں بھی اس کھیل سے ناکام ہو کر لوٹتی ہیں۔ تو پھر شاید غزوۃ الہند برپا ہو۔ پھر شاید ایسا موقع آ جائے۔ پھر وہ لوگ آ جائیں جو سمجھوتے نہ کریں چونکہ ابھی تک ہمیں تو قعات تھی، امیدیں تھیں، وہ یہ حضرات پوری نہیں کر رہے۔ یہ تو کوئی کام نہیں ہے کہ علماء حضرات صرف اسمبلی میں بیٹھے رہیں یہ تو کوئی بڑا کام نہیں ہے۔ اس کے ساتھ اسمبلی میں تو غیر

> حضور ﷺ جس جنگ میں بنفس نفیس شریک ہوتے اسے غزوہ کہتے تھے، جس میں حضور اکرم ﷺ کسی دوسرے کو قیادت دے کر بھیجتے اسے سریہ کہا گیا

مسلموں کی بھی نمائندگی ہے اور اب تو تیسرا حصہ اسمبلی کا خواتین سے پُر ہے۔ اور وہ قوم کی بات کریں گی۔ یا ان کی آپس کی باتیں ہی ختم نہیں ہوں گی۔ خواتین کا طریقہ تو یہ ہے کہ ان کی تو آپس کی نوک جھونک ہی درست ختم نہیں ہوتی تو قوم کی باری کب آئے گی کہ وہ قوم کی بات کریں گی حکومت نے بس محض خاموش ووٹ لینے کے لئے یہ طبقہ اس میں داخل کر دیا۔ تو اس سارے تماشے میں انجام کیا ہوتا ہے۔ ہمیں امید تو اچھی کی رکھنی چاہئے۔ دعا بھی اچھے انجام کی کرنی چاہئے۔ لیکن اس کے بُرے انجام سے ہمیں بے خبر نہیں ہو جانا چاہئے کہ بُرائی نہیں ہوگی۔ ہو سکتا ہے کہ علماء کو کامیابی نصیب نہ ہو اور طاغوتی طاقتیں علماء کو رسوا کر کے واپس بھیج دیں جس کی کوشش ہو رہی ہے۔ اول دن سے جس پر کوشش ہے کہ امریکی حکومت بھی ہو، اور اس کے نمائندے یہاں حکمران بھی ہوں اور حکومت نے ہر کام گناہ ثواب امریکہ کی اجازت سے کرنا ہو، تو علماء کو کس طرح کامیاب ہونے دیں گے۔ خطرہ یہ ہے کہ یہ اس کھیل میں علماء کو بھی رسوا کر کے واپس بھیج دیں گے۔ تو حکمرانوں کو بھی یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اس پر کھیل ختم نہیں ہوگا۔ انشاء اللہ اس پر کھیل شروع ہوگا۔ انشاء اللہ یہ بات میں بلاخوف حکومت سے بھی کہہ رہا ہوں۔ مجھے کسی سے کوئی ڈر نہیں ہے صرف اللہ کا ڈر ہے۔ اور یہ بات میں بڑی برملا کہہ رہا ہوں حکمرانوں کو بھی چاہئے کہ علماء کے ساتھ مل کر ملک سے ظلم کو اور غیر اسلامی قوانین کو ختم کریں۔

آئین پاکستان میں بھی یہ جملہ درج ہے۔ جس آئین کی بات ہوتی ہے اور جسے بڑی اہمیت دی جاتی ہے کہ یہ متفقہ آئین ہے کہ اگر اس کو چھوڑ دیا گیا تو پھر شاید قوم کسی بات پر متفق ہی نہ ہو سکے۔ اب تک یہ جو آئین ہے اسے توڑا تو نہیں گیا لیکن اسے ایک کثیر تعداد خاتون بنا دیا گیا جو اس میں من منش کر کے بلکہ سو بچوں کی ماں بن گئی تو یہ جو ناجائز اولاد اس کے ذمے لگا دی گئی ہے جو اس کی نہیں ہے نہیں اس کے گلے پڑ گئی ہے تو اسے یتیم خانہ بنا کر رکھ دیا گیا یہ بھی بڑی کامیابی ہے کہ اگر علماء یہ Amendement ختم کروا سکیں۔ لیکن

ایسا بھی ہو نہیں رہا۔ وہ بات ہی نہیں کر رہے۔ ہوگا کیسے؟ ہم نے تو بات ہی نہیں سُنی کہ یہ بات کی گئی ہو۔ بلکہ انہی ترامیم کے تحت اس میں داخل ہوئے ہیں اور انہی پر انہوں نے بھی حلف لیا ہے اور وہی کج بحثیاں اس میں چل رہی ہیں۔ اور ابھی تک یہ اس میں کھینچا تانی ہو رہی ہے کہ وہ وزارت کس کو ملے۔ صوبائی وزارت کس کو ملے وہ کہاں جائے یہ کوئی کرنے کا کام نہیں ہے کہ وزارت مل جائے اپوزیشن میں بھی بیٹھ کر کام تو ہو سکتا ہے۔ اور دراصل ملکوں پر اصل حکومت اپوزیشن کی ہوتی ہے۔ اگر وہ صاحب کردار ہوں تو چونکہ وہ ایک حکومت کو کوئی غلط کام کرنے نہیں دیتے تو عملی حکومت اپوزیشن کی ہوتی ہے اور آزاد ملکوں میں ایسا ہوتا ہے۔

آپ دیکھ لیں امریکہ آزاد ملک ہے ہم اس سے جتنا اختلاف چاہیں، کریں۔ لیکن ان کا پریذیڈنٹ بھی غلطی کرتا ہے تو اپوزیشن والے کھڑے ہو جاتے ہیں اور اسے کورٹ میں گھسیٹ کر لے جاتے ہیں۔ اور صدر کو بھی عدالت میں جواب دینا پڑتا ہے۔ حالانکہ وہاں صدارتی طرز حکومت ہے تو پھر اصل قوت تو اپوزیشن ہوتی ہے۔ برطانیہ میں آپ دیکھ لیں۔ اپوزیشن کیا حشر کرتی ہے۔ حکومت کو مجبور کر دیتی ہے کہ یہ کام نہیں کرو۔ اور یہ اس طرح سے کرو۔ ہاں حکومت میں ایک جھنڈا مل جاتا ہے گاڑی مل جاتی ہے۔ تنخواہ زیادہ مل جاتی ہے۔ شوشہ زیادہ بن جاتا ہے

ہمارے حضرات کسی شوشہ کے محتاج نہیں ہیں۔ اور عالم کو کسی دوسری اہمیت کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کیلئے دینی عالم ہونا ہی بہت بڑا اعزاز ہے۔ اللہ جسے علم دین عطا کر دے اس سے بڑا اعزاز میرا خیال ہے اسے تلاش کرنا ہی نہیں چاہئے اور ہے ہی نہیں اور جنہیں نصیب ہوا۔

اورنگ زیب عالمگیرؒ کے پاس پورا برصغیر تھا لیکن بادشاہی کھانا، ٹوپیاں سی کر اور

**اس نے کہا کہ تمھاری ضرورت کتنے میں پوری ہو سکتی ہے اس سے دوگنا لے جاؤ۔ لیکن بادشاہ کی رات فاقے سے تھی۔ وہی کھچڑی تھی۔ اللہ کے بندوں کو حکومت مل بھی جائے تو وہ حکومت میں غرق نہیں ہوتے۔**

قرآن کریم کی کتابت کر کے اس سے بنتا تھا۔ آپ کا ذاتی کھانا جو تھا۔ وہ آپ ٹوپیاں سی کر بیچتے تھے۔ قرآن کریم کی کتابت کر کے وہ قلمی نسخے بڑی خاموشی سے اور خفیہ طریقے سے بازاروں میں پہنچتے اور بکتے تھے اور اس سے جو آمدن ہوتی تھی اس سے سلطان کا کھانا بنتا تھا۔

ایک دن کوئی سفیر کسی مغربی ملک کا شاید دربار میں حاضر ہوا تو بادشاہ نے پوچھ لیا کہ بھئی مہمان شاہی مہمان خانے میں کھانا کھاؤ گے۔ یا میرے ساتھ کھانا پسند کرو گے۔ کہیں یہ نہ کہو کہ میں اتنے بڑے ملک کا سفیر ہوں اور بادشاہ نے میری قدر نہیں کی۔ اس نے کہا نہیں حضور میں آپ کے ساتھ کھانا پسند کروں گا۔ تو پھر فرمایا کہ ٹھیک ہے شام کا کھانا اکٹھے کھائیں گے۔ اب شام کے کھانے پر جوار کی روٹی اور کوئی ساگ کا سالن تھا۔ اس آمدنی سے جو بن سکتا تھا تو پھر لقمہ پہلا لقمہ ہی اس سے چبایا نہ گیا۔ حلق میں پھنس گیا تو اس نے معذرت کی کہ حضور میں کس مصیبت میں پھنس گیا ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ میں نے تم سے پوچھا تھا کہ شاہی مہمان خانے میں کھانا کھاؤ گے یا میرے ساتھ۔ میرے ساتھ تو یہی ملے گا۔ کہ یہ میری اپنی ذاتی کمائی کا ہے۔ شاہی مہمان خانہ تو چونکہ حکومت کا ہے۔ اور تم حکومت کے مہمان ہو تو وہ تو تمہیں اس طرح سے دے گا۔ میں تو اپنی ذاتی کمائی سے جو کھاتا ہوں وہ تو یہی ہے۔

ایک دفعہ کسی غریب نے گزارش کی کہ حضور میری کوئی دستگیری فرمائیے۔ میں بڑا بدحال ہوں۔ بچیاں جوان ہیں اور میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ اور مجھے ان کی شادی کرنی ہے۔ تو مجھے کچھ عطا کیا جائے تو آپ نے کہا کہ شام کے وقت تم آنا دربان سے کہہ دیا کہ اس کی ملاقات میرے ساتھ کرا دینا۔ وہ جب شام کو آیا تو بادشاہ نے ایک پلیٹ کھچڑی اسے دی اور کہا کہ جاؤ یہ فلاں جو امیر ہے میرا اس کے پاس لے جاؤ اسے پیش کرو۔ تو وہ اس کے پاس لے گیا تو اس نے بڑی قدر کی اس نے پوچھا کہ تمہیں کیا غرض تھی تمہارا مطلب کیا تھا۔ اس نے کہا کہ جی میں نے بادشاہ سلامت سے یہ سوال کیا تھا۔ اس نے کہا تمہاری ضرورت کتنے میں پوری ہو سکتی ہے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com



اس سے دوگنا لے جاؤ۔ لیکن بادشاہ کی رات فاقے سے تھی وہی کھچڑی تھی۔

تو اللہ کے بندوں کو حکومت مل بھی جائے تو وہ حکومت میں غرق نہیں ہوتے۔ بلکہ حکومت ان کے تابع رہتی ہے۔ اور یہی وجہ تھی کہ ان کے عہد میں برصغیر میں عدل بھی تھا، امن بھی تھا دولت بھی عام تھی۔ انہی کے بیٹے جب آئے۔ ملک کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ سلطنت عیاشیوں میں بٹ گئی۔ اور نتیجہ یہ ہوا کہ کفار مسلمانوں پر غالب آ گئے۔

اسی برصغیر پر شمس الدین التمش حکمران تھا۔ جب تاتاریوں نے تمام مسلمان ریاستوں کو روند ڈالا تھا۔ اٹک پر جب آئے تو ہلاکو نے حکم دیا کہ گھوڑوں کی بھاگیں کھینچ لو۔ اٹک کے پانی میں پاؤں بھی نہیں رکھنا۔ اس لئے کہ اس سے آگے التمش کی حکومت ہے اور ہم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ پوری مسلم دنیا کو روند ڈالا تھا۔ لیکن ادھر آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جرات نہیں کی تھی، کیوں؟ التمش صوفی تھا، ذاکر تھا، قطب الدین بختیار کاکیؒ کا شاگرد تھا۔ اور جب حضرت کا وصال ہوا تو آپ نے وصیت کی کہ میری نماز جنازہ کی امامت وہ شخص کرے جس نے کبھی عصر کی غیر موکدہ سنتیں بھی نہ چھوڑی ہوں۔ جس نے کبھی بے وضو آسمان نہ دیکھا ہو۔ یعنی کبھی ایسا نہ ہو کہ وہ باہر نکلے اور اس کا وضو نہ ہو۔ اور کبھی تہجد نہ چھوڑی ہو۔ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے خلفاء، علماء، عوام، ایک انبوہ کثیر تھا برصغیر کے معروف چوٹی کے بزرگوں میں سے تھے اور لاکھوں لوگ جمع تھے جب وصیت پڑھ کر سنائی گئی تو سناٹا چھا گیا۔ کوئی نہیں نکل سکا۔ آخر سلطان شمس الدین التمش نکلا اور کہا کہ حضرت جاتے جاتے میرا پردہ چاک کر گئے حالانکہ برصغیر پر حکمران تھا۔

سلطان ٹیپو شہید "غسل خانے میں جاتے، باتھ روم میں جاتے نہانے کیلئے تو ململ کا لباس پہنتے تھے۔ کبھی ننگے بدن ساری عمر نہیں

> **ہلاکو نے حکم دیا کہ گھوڑوں کی بھاگیں کھینچ لو۔ اٹک کے پانی میں پاؤں بھی نہیں رکھنا۔ اس لئے کہ اس سے آگے التمش کی حکومت ہے اور ہم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے**

نہایا۔ ململ کا لباس پہن کر صابن مل کر نہاتے تو کسی نے عرض کیا کہ سلطان آپ یہ تکلیف کیوں کرتے ہیں۔ باتھ روم میں کون ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ تو دیکھتا ہے۔ مجھے اللہ سے حیاء آتی ہے۔

کیسے عجیب لوگ تھے۔ یہ جو ہزار سالہ عہد رہا ہے مسلمانوں کی حکمرانی کا برصغیر پر۔ یہ ایسے لوگوں کے سبب سے رہا ہے۔ جب عیاش آئے۔ تو سب کچھ چلا گیا۔ اور اب اللہ نے جب یہ پاکستان بنایا۔ پھر اس کی بنیاد رکھی گئی ہماری چونکہ زندگی محدود ہے۔ وقت ہمارے پاس محدود ہے۔ ہم سمجھتے ہیں اس میں سب کچھ ہو جائے۔ اللہ کے پاس تو محدود وقت نہیں ہے سارا وقت اس کا اپنا ہے وہ اپنا کام اپنے انداز سے کرتا رہتا ہے اب اس نے ایک اینٹ بنیاد رکھ دی اب اس پر تعمیر ہوگی، انشاءاللہ۔ اور علماء کا اسمبلی میں جانا بہت اچھا ہوا۔ اس لحاظ سے کہ شاید کوئی کام شروع ہوتا تو یہ لوگ اس پر تنقید کر رہے ہوتے کہ یہ نہیں، یہ اس طریقے سے بھی ہو سکتا تھا۔ ان لوگوں نے اس طرح کر دیا اب کم از کم ایک تحفظ دے دیا اللہ نے ان لوگوں کو جو یہاں نفاذ اسلام کیلئے کام کریں گے۔ کہ یہ کہنے والا کوئی نہیں ہوگا کہ جی نہیں یہ اس طرح بھی ہو سکتا ہے۔ اس کے کاموں میں بڑی حکمتیں ہوتی ہیں اور اب اس کام کی باری ہے۔ اور یہ ہوگا انشاءاللہ۔

میری دعا یہ ہے کہ میں ممبر پہ بیٹھا ہوں، مسجد میں بیٹھا ہوں، باوضو بیٹھا ہوں میرے سامنے اللہ کی کتاب ہے۔ میرے دل کی یہ دعا ہے کہ اللہ انہیں کامیاب کرے۔ آمین۔ لیکن میری تمنا یہ بھی ہے کہ خدانخواستہ یہ ناکام ہوں تو اسلام ناکام نہ ہو۔ صرف مولوی ناکام ہو۔ نہ اسلام ناکام ہو۔ اور نہ اسلامی انقلاب ناکام ہو۔ اور اس کیلئے آپ کو کام کرنا ہے ضروری نہیں کہ لوگ الاخوان میں ہوں ضروری نہیں کہ لوگ ہمارے سلسلے میں ہوں ضروری یہ ہے کہ لوگ اسلام کے ساتھ ہوں۔ اور جو دینی تبدیلی آئے تو اس تبدیلی میں لوگ ساتھ دیں۔ الاخوان کیا ہے ایک انتظامی امور کیلئے ایک نظام بنا دیا گیا کہ ایک تنظیم بن جائے۔ اس سے زیادہ اس کی

حیثیت نہیں ہے۔ سلسلہ حصول برکات کیلئے ہے کہ دل میں درد آئے ۔ دل میں برکات نبوی آئیں ۔ دل میں معرفت الٰہی آئے ۔ اور سب کیلئے دروازہ کھلا ہے جو چاہے، لیکن جو یہاں نہیں کرنا چاہتا جس کی قسمت میں یہ نہیں۔ جو الاخوان میں بھی نہیں آنا چاہتا، نہ آئے' لیکن دین میں تو ہے۔ مسلمان تو ہے، کلمہ تو پڑھتا ہے دینی تبدیلی کیلئے اسے تیار کریں۔ وہ آپ کا ساتھ دے۔ اور اگر اس دفعہ علماء خدانخواستہ ناکام ہوتے ہیں تو پھر جو چٹھی ہم نے جنرل صاحب کو لکھی تھی اس پر عمل کا وقت آجائے گا۔ انشاء اللہ۔ اور پھر ہمیں لاکھوں کی تعداد میں میدان میں نکلنا ہوگا۔ اسلام کا نعرہ لیکر کہ اسلام پر کوئی سمجھوتہ نہیں ہوگا۔ اور یہ محض زبانی نہیں ہوتا۔ دعاؤں سے کچھ نہیں ہوتا۔ دعا کا جو طریقہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے بتایا ہے۔ اگر وہ نہ کیا جائے تو دعا بے اثر ہوتی ہے۔ طریقہ کیا ہے سب سے پہلا معرکہ جو غزوہ بدر ہے حقیقتاً دنیا میں اگر انقلاب ہے۔ تو حضور ﷺ کا اسلام لانا ہے۔ دنیا پہ نافذ کرنا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی دعوت محمدیہ اصل انقلاب ہے۔ جس نے پوری روئے زمین کے سارے نظاموں کو درہم برہم کر دیا اور ایک نیا نظام دے دیا۔ کائنات کو بدل دیا باقی تو چھوٹی چھوٹی تبدیلیاں تو محض نام کا انقلاب ہیں۔

اب اس سارے انقلاب محمدی علیہ الصلوۃ والسلام کی بنیاد ہے غزوہ بدر۔ اسی رمضان المبارک کے مہینے میں ہوا تھا۔ غزوہ بدر میں فتح کیسے ہوئی۔ ایک ہزار کا وہ لشکر جو منتخب شہسوار اور لڑائی کے ماہر تھے مکہ مکرمہ کے۔ ان کے پاس اسلحہ بھی زیادہ ہے۔ خوراک بھی وافر تھی اور اس طرف تین سو تیرہ بندے جن میں کچھ بچے، کچھ بوڑھے، اکثر ایسے لوگ تھے جن کے پاس دو ان سلی چادریں تھیں میں کچھ ایسے بھی تھے جن کے پاس صرف ایک چادر تھی جو کمر کے ساتھ لپیٹ کر گردن کے پیچھے گرا دی ہوتی تھی۔ آٹھ گھوڑے چھ زرہیں اور دو تلواریں تھیں کوئی چار پانچ ڈھالیں تھیں۔ باقی تیر کمان تھے، نیزے تھے کچھ لوگوں کے پاس اور وہ بھی گنتی کے تھے۔ تو یہ لشکر کامیاب کیسے ہوگیا۔ نبی کریم ﷺ نے صفیں بنوائیں اور آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک میں تیر تھا۔ اس سے لوگوں کو تم پیچھے ہو جاؤ تم آگے ہو جاؤ۔ مل جل کر صفیں بنائیں۔ صف بندی کرا کے آپ ﷺ کیلئے ایک جھونپڑی سی گھاس پھوس کی ایک جھونپڑی بنا دی جسے عریش کہتے ہیں عربی میں عرش کو جھونپڑی کہتے ہیں۔ عریش بدر معروف ہے۔ جو آپ ﷺ کی قیام گاہ تھی۔ جہاں سے آپ ﷺ جنگ کے احکام دے رہے تھے۔ سیدنا ابوبکر صدیق ؓ ساتھ تھے اور حضور نے دعا فرمائی۔ اور اتنی دعا کی کہ چادر مبارک دوش مبارک سے گر گئی۔ ابوبکر صدیق ؓ نے سنبھالی۔ اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ کی دعا کبھی رد نہیں ہوتی قبول ہوتی ہے۔ آپ بس کیجئے۔ کیونکہ گریہ طاری تھا۔ اور آپ ﷺ ہچکیاں لے رہے تھے۔ اور دعا کیے جا رہے تھے۔ تو فتح بدر کا سبب وہ دعا بنی جو محمد رسول اللہ ﷺ نے عریش بدر میں کی۔ اللہ نے زمین پر آسمانوں سے فرشتے اتار دیئے کہ جاؤ میرے بندوں کی طرف سے لڑو۔ تو دعا تو مدینہ منورہ میں بھی بیٹھ کر ہو سکتی تھی۔ جب دعا ہی سے فتح ہونی تھی۔ تو بغیر فوج بنائے بھی ہو سکتی تھی۔ ڈیڑھ سو کلومیٹر رمضان المبارک میں دور جا کر دعا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ دعا ہی کرنی تھی۔ اور محمد رسول اللہ ﷺ نے کرنی تھی تو مدینہ منور میں ہو سکتی تھی۔ لیکن آپ نے باقاعدہ فوج تیار کی۔ جتنا سامان میسر ہو سکا وہ کیا۔ میدان میں صف بندی کی۔ پھر دعا کی۔ تو دعا کا طریقہ یہ ہے۔ کہ دنیوی اسباب میں جو کام آپ کر سکتے ہیں وہ پورے بھرپور طریقے سے کریں اور پھر دعا کریں کہ اللہ میں نے تو کوشش کر لی۔ اب فتح تیرے ہاتھ میں ہے۔ اگر آپ سمجھیں کہ بس جی یہیں بیٹھ کر دعا کریں گے تو انقلاب آجائے گا۔ نہیں آئے گا۔ ورنہ جتنی دعا تبلیغی اجتماع پہ جتنی زوردار دعا ہوتی ہے۔ اور جتنے لاکھوں لوگ ہوتے ہیں۔ اس سے کیوں تبدیلی نہیں آتی۔ اور رو کر دعا کر رہے ہوتے ہیں سارے نمازی ہوتے ہیں۔ باوضو ہوتے ہیں

**اسلام ہی وہ نظام ہے جو کافر کو بھی انصاف دیتا ہے کافر، کافر رہے تو بھی اس کے حقوق کا تحفظ کرتا ہے اس کے تمام انسانی حقوق کا احترام کرتا ہے**

www.naqshbandiaowaisiah.com



اور لاکھوں لوگ ہوتے ہیں اور گڑگڑا کر دعا کر رہے ہوتے ہیں اے اللہ! یہاں تبدیلی لا۔ اور اس دعا سے تبدیلی کوئی نہیں آتی کیوں نہیں آتی۔ اس لئے نہیں آتی کہ جو طریقہ محمد رسول اللہ ﷺ نے بتایا اس پر وہ نہیں ہیں۔ طریقہ یہ ہے کہ عمل بھی کریں اس پہ۔ کوشش بھی کریں اور دعا بھی کریں۔ تو ہمیں ذکر اذکار میں پہلے سے زیادہ محنت کرنی ہے اس کے ساتھ لوگوں کو اس بات پر آمادہ کرنا ہے۔ Convence کرنا ہے کہ اسلام ہماری ضرورت ہے اور ہمارے فرائض میں داخل ہے۔ اسلام کے بغیر مسلمان کیا، کافر کی زندگی بھی جہنم بنی ہوئی ہے اسلام ہی وہ نظام ہے جو کافر کو بھی انصاف دیتا ہے۔ کافر، کافر رہے تو بھی اس کے حقوق کا تحفظ کرتا ہے اس کے تمام انسانی حقوق کا احترام کرتا ہے۔ اور تاریخ میں بھی کافروں کو کبھی اگر انصاف نصیب ہوا تو وہیں جہاں اسلام حکمران تھا۔ اسلام کے زیر دامن آ کر کافروں کو بھی انصاف نصیب ہوا۔ اور یہ تو ہونا ہے انشاء اللہ۔

اگر آپ لوگوں کو اللہ نے یہ سعادت بخشی کہ اتنا عرصہ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ مستفیض فرمایا۔ اور اب بھی برکات نبوی آپ تک پہنچ رہی ہیں پھر اب اگلا Step آیا کہ الاخوان بنی اب اس کا تیسرا Step آئے گا۔ نفاذِ اسلام کے لئے آپ کو میدان میں آنا ہوگا۔ یہ مت بھولیں کہ جنت ریوڑیوں کی طرح نہیں بٹ رہی۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ اَلجنۃُ تحت ظِلَالُ السیوف جنت تلواروں کے سائے میں ہوا کرتی ہے۔ تو عبادت کا ثواب ہے کہ عملی زندگی کی اصلاح ہو اور عملی زندگی میں سب سے بڑا عمل ہے ظلم کو مٹا کر عدل لایا جائے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ یہ تو عبادات میں آ گئیں عملی زندگی میں سب سے بڑا عمل یہ ہے کہ ظلم کو مٹایا جائے۔ اور اس کی جگہ عدل کو لایا جائے۔ یہ عمل

> **حضرت جی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دھلی کے قلعے پر جھنڈا لھرانے والا شخص ھماری جماعت کا ھوگا۔ انشاء اللہ**

ہے اور اس پر آخرت کا اجر ہے تو یہ ایک تسلسل ہے اعمال کا اور الحمد للہ۔ سلسلہ عالیہ کی بنیاد اللہ کریم نے خلوص پر، اپنی محبت پر رکھی۔ پھر اللہ نے موقع دیا۔ دوسرا موقع۔ آپ نے حضرت جی رحمتہ اللہ سے ہزاروں بار سنا ہوگا اگر میں آپ کو یہ بات بتاؤں تو آپ نے شاید یہ بات بھی سن رکھی ہوگی اور کتنے لوگ ہوں، جنہوں نے یہ سنی ہوگی۔ کہ آپ نے فرمایا کہ دہلی کے قلعے پر جھنڈا لہرانے والا ہماری جماعت کا ساتھی ہوگا۔ انشاء اللہ کیا میں محض اکیلا گواہ ہوں۔ بہت سے لوگ ہوں گے جنہوں نے سنی اور لکھی اس زمانے کے لوگ بیٹھے ہیں۔ اور حضرت جی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ درجہ بدرجہ اس طرف ہم بڑھ رہے ہیں لیکن آخیر ہوگا یہی۔ اللہ کرے علماء کامیاب ہوں لیکن اگر نہیں ہوتے تو پھر صوفیاء کی باری ہے۔ اور ہمیں ثابت کرنا ہے کہ اللہ کے بندے زمین پر موجود ہیں اور ہمارے ساتھ تائید و نصرت ہے محمد رسول اللہ ﷺ کی۔ آپ ﷺ نے اسے غزوۃ الہند فرمایا ہے۔ اس میں آپ کی توجہ اتنی ہوگی اور جس غزوے میں لاکھوں لوگ فنافی الرسول ﷺ شریک ہوں اور اس سے بڑی اور توجہ کیا ہوگی۔ ایسے بندے لاکھوں بنا دیئے جنہیں فنافی الرسول ﷺ نصیب ہو۔ جن کی روحانی بیعت محمد رسول اللہ ﷺ سے ہو۔ اور پھر وہ صف آراء ہوں۔

تو محنت کیجئے۔ عبادات اپنا تعلق قائم رکھنے کیلئے ہیں عملی زندگی میں اپنے کردار کی اصلاح ہو۔ اور لوگوں کو اس طرف باور کروایئے کہ اسلام ہمارا فرض بھی ہے۔ اور ضرورت بھی ہے صرف فریضہ ہی نہیں ہے۔ اسلام کے بغیر زندگی کا جینے کا کوئی مزہ نہیں۔ لہذا اس ملک پر اسلام نافذ ہونا ہے۔ اور یہ بات طے ہے انشاء اللہ کہ اس ملک پر اسلام نافذ ہوگا۔ اور نا صرف اس پر ہوگا بلکہ ہندوستان کا نام تاریخوں میں رہ جائے گا۔ اور پورا برصغیر پاکستان ہوگا۔ اور پھر یہاں سے یہ روئے زمین پر پھیلے گا۔ انشاء اللہ۔

### قلب منور (اقتباس از کنز الطالبین)

فرمایا۔ بلکہ اللہ اگر چشم بصیرت دے تو عرب کے صحراؤں میں آج بھی وہ انوار نظر آتے ہیں اور صاحب بصیرت ہر اس راہ کو متعین کر سکتا ہے جہاں محمد ﷺ کبھی کسی زمانے میں گزرے ہیں بلکہ جہاں آپ کا نقش پا ہے وہ زمین یوں نظر آتی ہے جیسے زمین سے چاند۔

www.naqshbandiaowaisiah.com



# یقینِ آخرت

آخرت کو صرف ماننا ہی کافی نہیں ہے بلکہ آخرت پر یقین مطلوب ہے جس میں کوئی شک کی گنجائش نہ ہو۔ یقین آخرت ایک ایسی چیز ہے کہ انسانی کردار کی تعمیر میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ آخرت ایک دائمی ابدی اور ختم نہ ہونیوالی زندگی ہے۔ جبکہ دنیا کی زندگی وقتی اور لمحاتی ہے آخرت کے فائدے جسکو نصیب ہونگے وہ اس سے ہمیشہ کیلئے مستفید ہوگا۔

**خطاب امیر محمد اکرم اعوان**
**دارالعرفان، منارہ 14-12-2002**

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیم o

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیم o

طٰس تِلکَ ایٰتُ الْقُرآنِ وَکِتَابٍ مّبِین o هُدًی وَّبُشْرٰی لِلْمُومِنِین o اَلَّذِینَ یُقِیمُونَ الصَّلٰوۃَ وَیُوتُونَ الزَّکٰوۃَ وَھُم بِالاٰخِرَۃِ ھُم یُوقِنُون o اِنَّ الَّذِینَ لَا یُومِنُونَ بِالْاٰخِرَۃِ زَیَّنَّالَھُم اَعمَالَھُم فَھُم یَعمَھُونَ o. اُولٰئِکَ الَّذِینَ لَاھُم سُوءُ الْعَذَابِ وَھُم فِی الْاٰخِرَۃِ ھُم الْاَخسَرُون o اَللّٰھُمَّ سُبحَانَکَ لَا عِلمَ لَنَا اِنَّکَ اَنتَ الْعَلِیمُ الْحَکِیم.

مُولَایَا صَلِّ وَسَلِّم دَائِماً اَبداًعلٰی حَبِیبِکَ مَنْ ذَانْتَ بِہِ العُصُروا o

سورہ نمل شروع ہوتی ہے انیسویں پارہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ یہ قرآن کی آیات ہیں جو ایک کھلی کتاب ہے۔ کتاب مبین ۔ ہر موضوع پر بات کا واضح راستہ بتانے والی ھدی صحیح ترین راستہ بتانے والی دنیا میں بے شمار کتب لکھی گئیں۔ اور ایک ایک انسانی موضوع پر صحت ایک انسانی شعبہ ہے۔ لیکن صحت کے آگے بے شمار شعبے ہیں ناک۔ کان اور گلے کی بیماری ہے۔ دماغ کی الگ ہے۔ دانتوں کا شعبہ الگ ہے، ہڈیوں کا شعبہ الگ ہے۔ جسم کے مختلف حصوں کے مختلف ماہرین ہیں اور اس ایک شعبے پر اتنی کتابیں لکھی جاتی ہیں کہ لائبریریاں بھری ہوئی ہیں۔ لیکن کوئی بھی کتاب اُس ایک شعبے پر حرف آخر نہیں۔ حالانکہ صرف ایک انسانی صحت کے موضوع کو مزید کتنے شعبوں میں بانٹا گیا اور ہر شعبے پر لاکھوں کیا کروڑوں کتابیں لکھی گئیں۔ اس کے باوجود جب نئی تحقیق سامنے آتی ہے تو وہ کتاب حرف آخر نہیں ہوتی۔ بلکہ ایک نیا علاج ایک نئی مرض آجاتی ہے ایک نیا علاج دریافت ہو جاتا ہے۔ اس طرح زندگی کے لامحدود موضوعات پر اتنی کتابیں لکھی گئیں جنھیں کوئی گن نہیں سکتا لیکن عجیب بات یہ ہے کہ کوئی بھی کتاب حرف آخر نہیں ہے۔ سائنس نے بے شمار اصول وضع کیے اور عجیب بات ہے کہ پھر سائنس نے ہی ان کی تردید کی اور ان کی جگہ نئے اصول پیش کیے۔ قرآن حکیم کا یہ اعجاز ہے کہ حقیقی کتاب ہے ہی قرآن کریم جس میں زندگی، زندگی سے پہلے، زندگی کے بعد، موت، حشر، ما بعدالموت کے سارے موضوعات کو سمیٹ دیا ہے۔

یہ قرآن کریم کا اعجاز ہے کہ کوئی موضوع اس پر تشنہ نہیں چھوڑا اور ہر موضوع پر جو بات کی ہے وہ حرف آخر ہے۔ اب اس کے علاوہ کسی تحقیق سے کوئی بات ثابت نہیں ہوتی۔ یہ ایسی عجیب بات ہے کہ یہ اعجاز صرف قرآن حکیم کو حاصل ہے ورنہ دنیا کی کوئی کتاب ایسی نہیں ہے جو یہ دعویٰ کر سکے۔ اسکی برکات میں سے یہ ہے کہ کل آپ نے دیکھا کہ ایک چھوٹا سا بچہ حافظ قرآن بن گیا۔ اور ساری کتاب اس کے سینے میں اس کے دل میں محفوظ ہوگئی۔ آپ دنیا کا کوئی چھوٹا سا کتابچہ کسی کو ازبر یاد کرا دیں۔ ہو بہو یاد نہیں رہے گا۔ کہیں کوئی مفہوم چھوٹ جائے

گا کہیں کچھ الفاظ رہ جائیں گے لیکن قرآن کا یہ اعجاز ہے کہ یہ شروع سے آخر تک لفظ بہ لفظ یاد ہو جاتا ہے سینوں میں اور دلوں میں صدیاں بیت گئیں۔ قرآن کا یہ اعجاز قائم ہے۔ کہ یہ انسانی سینوں میں انسانی دلوں میں محفوظ ہو جاتا ہے بچے یاد کر لیتے ہیں اور بوڑھوں کو باقی باتیں بھول جاتی ہیں قرآن نہیں بھولتا۔

دنیا کے ہر موضوع کو زیر بحث لایا ہے۔ بندے کی تخلیق، خالق کی ذات اور اسکی صفات، بندے اور خالق کے تعلقات، اللہ نے اپنے ذمے کیا کیا لیا ہے۔ بندے کے ذمے کیا کیا ہے۔ کس طرح وہ نعمتیں بانٹتا ہے اور کس طرح بندے کو شکر ادا کرنا چاہئے بندے کے بندے سے معاملات اتنا وسیع علم ہے کہ اس میں ادب بھی ہے اس میں خرید و فروخت بھی ہے اس میں سیاست بھی ہے اس میں زندگی کے سارے امور ہیں۔ ہر بات کا حتمی فیصلہ دینا۔ ایسا جو روئے زمین پر بسنے والی اقوام عالم کیلئے قابل قبول اور قابل عمل ہو۔ یہ اعجاز صرف قرآن حکیم کا ہے تو فرمایا قرآن کتاب مبین ہے یعنی ہر بات کو واضح کرنے والی وَھدی اور ہر کام کے کرنے کا صحیح طریقہ وبشری للمومنین اور اپنے ماننے والوں کو خوشخبری دینے والی قیامت وحشر تو دور کی بات ہے اپنے ماننے والوں کو اسی زندگی میں اللہ کی رضامندی کی بشارت اور خوشخبری دیتا ہے۔ آگے مومنین کی تعریف فرمائی۔ اَلَّذِینَ يُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَيُؤتُونَ الزَّكٰوةَ وَهُم بِالاٰخِرَةِ هُم يُوقِنُون ایسے لوگ جو عبادات پہ کمر بستہ رہتے ہیں۔ وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ۔ عبادت کو قائم کرتے ہیں اور عبادت کو قائم کرنے کے معنی میں یہ بھی آتا ہے کہ نہ صرف خود عبادات کی پابندی کریں بلکہ اپنے ماحول کو عابد بنائے

> **یہ قرآن کریم کا اعجاز ہے کہ کوئی موضوع اس میں تشنہ نہیں چھوڑا اور ہر موضوع پر جو بات کی ہے وہ حرف آخر ہے**

یہاں رہے، یہاں بسے، جن سے معاملات کرے، یہاں زندگی کے دوسرے معاملات کرے وہاں یہ تلقین بھی کرے، نماز کو عبادات کو قائم کرے، قائم کرنا صرف یہ نہیں ہوتا کہ خود ادا کرتا رہے خود تو ادا کرنا ہی ہے اس پر فرض ہے دوسرے جو اپنے فرائض بھول چکے ہیں ان کو بھی یاد دلاتا رہے اس کے قیام کا سبب بنے گا مومن کی خصوصیت یہ ہے کہ اللہ کی عبادت کے قیام کا سبب ہوتا ہے جہاں جاتا ہے وہاں وہ عطر بیش ہزارے کے جاتا ہے اور دوسروں کو بھی عطر کرتا جاتا ہے۔ بخاری شریف میں ہے۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا۔ کہ نیک آدمی کی صحبت اور بدکار کی صحبت اس طرح سے ہے کہ نیک آدمی کے پاس بیٹھنا گویا آپ عطار کی دوکان میں بیٹھے ہیں ہوسکتا ہے آپ عطر خرید کر اٹھیں۔ اگر آپ نہ خریدیں تو ہوسکتا ہے کوئی تحفے میں آپ کو دے دے کسی روئی کو لگا کر ہی دے دے۔ اگر یہ بھی نہ ہو تو جتنی دیر بیٹھے رہیں گے اتنی دیر تو دماغ معطر رہے گا۔ لیکن بے دین کی صحبت ایسے ہے جیسے لوہار کی بھٹی اور ہوسکتا ہے کہ آپ دامن جلا کے ہی اٹھیں۔ کوئی چنگاری آپ پر اُڑ کر پڑ جائے کوئی چھینی ہتھوڑا اڑ کر لگ جائے اور سر پھوڑ جائے۔ کچھ بھی نہ ہوا تو جتنی دیر آپ بیٹھے رہے اتنی دیر دھواں اور اسکی تپش پہنچتی رہے گی۔ تو جس طرح بدکار سے بدی پھیلتی ہے اسی طرح نیک انسان سے نیکی کو پھیلنا چاہیے۔

ہماری کمزوریاں ہیں کہ ہم دین کے شعبوں کو بانٹ لیتے ہیں اور ایک شعبے کو دین سمجھ لیتے ہیں۔ یہی دین ہے بس یہی فریضہ ہے یہ الگ بات ہے کہ ایک آدمی میں استعداد ہی اتنی ہوتی ہے کہ وہ ایک شعبے میں کام کرسکتا ہے لیکن دوسرے شعبوں کو معمولی نہیں سمجھنا چاہئے یہ ضرور کہنا چاہئے کہ یہ کام بھی کرنا ہے اور مجھ سے ہی ہوتا ہے دوسرا کہیں اور سے کرلے۔ اب جو درس و تدریس میں ہے وہ کہے گا کہ یہ تبلیغ تو محض آوارہ گردی ہے اور جو تبلیغ کرتا ہے وہ کہے گا کہ جی مدرسے میں بیٹھ کر تو وقت ضائع کرنے کے مترادف جو ذکر کرتا ہے وہ یہ سوچے گا کہ جو نہیں

کرتا یہ تو بڑا فضول آدمی ہے۔ جو نہیں کرتا وہ سوچے گا یہ پاگل ہیں۔ ایسا نہیں ہے اگر کسی کو اللہ نے کسی ایک شعبے میں زیادہ کام کرنے کی توفیق دی ہے تو دوسرے شعبوں کی اہمیت کم نہیں ہو جاتی۔ اور اگر کسی میں ایک ہی شعبے میں کام کرنیکی ہمت ہے اور عموماً اکثریت افراد کی ایسی ہی ہوتی ہے جو صرف ایک شعبے میں کام کر سکتے ہیں۔ بہت کم ایسے لوگ ہوتے ہیں جو متعدد شعبوں میں کام کرتے ہیں۔ تو جس شعبے میں بھی دین کی خدمت کی سعادت نصیب ہو تو دوسرے شعبوں کی اہمیت کو کم نہیں سمجھنا چاہئے۔ فرمایا اقامت الصلوٰۃ کرتے ہیں یعنی عبادات کو قائم کرتے ہیں۔ وَیُوتُونَ الزکوٰۃ اور مال کو اللہ کا مال سمجھتے ہیں۔ زکوٰۃ اس لئے دی جاتی ہے کہ ہمیں یقین ہو کہ یہ اللہ کا مال ہے' میرا نہیں ہے اور اس نے حکم دیا ہے کہ اسکا اتنا حصہ مساکین میں سال میں بانٹ دو۔ میں بانٹ رہا ہوں اب باقی جو ہے جو میری صوابدید پہ چھوڑا ہے اسکے مصارف بتا دیئے ہیں کہ یہاں خرچ کر سکتے ہو۔ یہاں نہیں کر سکتے۔ لہذا زکوٰۃ کی ادائیگی کا اثر یہ ہونا چاہئے۔ کہ جو باقی مال اپنے پاس ہے وہ بھی ناجائز امور پہ صرف نہ ہو۔ پھر سب سے بڑی بات یہ کہی وَھُم بالاٰخِرَۃِ ھُم یُوقِنُون ۔ آخرت پر پکا یقین رکھتے ہیں۔ اب بھلا جو عبادت بھی کرتا ہے زکوٰۃ بھی ادا کرتا ہے۔ عبادات میں ساری عبادتیں آ جاتی ہیں۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ بھی ادا کرتا ہے تو اسلام پر عمل ہی اس لئے کر رہا ہے کہ آخرت کو مانتا ہے۔ لیکن اللہ کریم فرماتے ہیں کہ آخرت کو صرف ماننا ہی کافی نہیں ہے بلکہ آخرت پر یقین مطلوب ہے جس میں کوئی شک کی گنجائش نہ ہو۔ اِنَّ السَّاعَۃَ اٰتِیَۃٌ لَّا رَیبَ فِیھَا قرآن کے بارے فرمایا ذٰلِکَ الکِتٰبُ لَا رَیبَ فِیہِ یہ

> جس شعبے میں بھی دین کی خدمت کی سعادت نصیب ہو تو دوسرے شعبوں کی اہمیت کو کم نہیں سمجھنا چاہئے۔ زکوٰۃ اس لئے دی جاتی ہے کہ ہمیں یقین ہو کہ یہ اللہ کا مال ہے میرا نہیں ہے

ایک ایسی کتاب ہے جس کی کسی بات میں شک کی رائی برابر گنجائش نہیں۔ آپ کہتے ہیں بہت ہی ہلکا سا کھٹکا جو شک سے کمتر ہو۔ یعنی شک کا بہت ہی تھوڑا سا درجہ۔ وہ شک نہ ہو یعنی شک کا بہت ہی تھوڑا سا درجہ فرمایا اس میں اسکی بھی گنجائش نہیں اور قباحت کے بارے فرمایا کہ ان السَّاعۃ اٰتِیَۃٌ ۔ قیامت آنیوالی ہے لاریب فِیھَا اس میں رائی برابر اندیشہ کرنے کی گنجائش نہیں۔ یقین آخرت ایک ایسی چیز ہے کہ انسانی کردار کی تعمیر میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ انسانی اعمال کو صحیح کرنے میں بنیادی کردار ہی آخرت کا ہے کہ کوئی بھی کام کرتے وقت اسکی نگاہ آخرت کی طرف ہو کہ کہیں دنیوی فائدے کی خاطر میں آخرت ضائع تو نہیں کر رہا۔ آخرت ایک دائمی ابدی اور ختم نہ ہونیوالی زندگی ہے جبکہ دنیا کی زندگی وقتی اور لمحاتی ہے۔ آخرت کے فائدے جس کو نصیب ہونگے وہ اس سے ہمیشہ کیلئے مستفید ہوگا۔

دنیا کے فائدے جسکو نصیب ہوتے ہیں ضروری نہیں کہ وہ ان سے مستفید بھی ہو۔ لوگ مال جمع کر لیتے ہیں تو ڈاکو لے جاتے ہیں جمع کر لیتے ہیں تو آگ جلا دیتی ہے جمع کر لیتے ہیں تو کھانا بھی نصیب نہیں ہوتا۔ پہننا نصیب نہیں ہوتا توفیق نہیں ہوتی۔ یعنی دنیوی مال ومنال جسے مل بھی جاتا ہے ضروری نہیں کہ وہ اس سے فائدہ حاصل کر سکے۔ اور اگر کر سکے تو موت سارے مزے کرکرے کر دیتی ہے لیکن آخرت موت کے اندیشے سے بالاتر ہے ہمیشہ کی زندگی ہے اور جو نعمت کسی کو نصیب ہوگی وہ واقعی اس سے فائدہ حاصل کرے گا۔ یہ سارے پہلو جو آخرت کے ہیں، اگر ان پر یقین نصیب ہو جائے تو برائی سے بچنے کا بہت بڑا سبب بن جاتا ہے۔ ایک آدمی جب یہ اندازہ کرے کہ یہاں دس روپے کا فائدہ ہو رہا ہے لیکن آخرت کا کتنا بڑا نقصان ہو رہا ہے تو وہ دنیا کے لالچ کو چھوڑ دیتا ہے وہ کروڑوں کے فائدے کو چھوڑ دیتا ہے۔ اس لئے اس پر زیادہ زور دیا گیا اسے پھر دہرایا گیا وَھُم بِالاٰخِرَۃِ ھُم یُوقِنُون آخرت پر

www.naqshbandiaowaisiah.com



یقین کامل رکھتے ہیں۔ میرے ساتھ کرنل محبوب خان تھے اور ہمارا ایک جگہ سے گزر ہوا وہاں ایک بہت بڑا عالم رہا کرتا تھا اسکا وصال ہو گیا۔ مسجد کے صحن میں اسکا مزار ہے۔ کرنل صاحب نے مجھے بتایا تو میں نے کہا چلو فاتحہ پڑھتے ہیں ہم رک گئے مسجد میں گئے۔ ایک طرف کونے میں کچا سا مزار تھا۔ تمام شرعی عادات کے ساتھ لیکن میں نے کہا کہ کرنل صاحب عجیب بات ہے قبر میں تو ظلمت ہے۔ قبر میں تو روشنی نہیں۔ مجھے تو یہ خطرہ ہے کہ ایمان کی چمک بھی نظر نہیں آتی اعمال کی تو دور کی بات اب کرنل صاحب اس پر بضد تھے کہ اسکی وجہ کیا ہے تو دریافت کرنے پر وجہ یہ معلوم ہوئی فرمانے لگے کہ میں نے ساری عمر قرآن پڑھایا ہے اور اسکی تعبیر اور تفسیر پڑھائی ہے ساری عمر آخرت کا بیان کیا ہے اور اتنی میں نے اس پر تقریریں کی ہیں کہ میرے اپنے دل سے یقین اٹھ گیا ہے کہ اس بات کو دہراتے دہراتے آدمی Used to ہو جاتا ہے ایک بات کا۔ ایک روٹین بن گئی وہ جو یقین کی کیفیت تھی وہ نہ رہی اور اس سے پہلے ہزاروں بار قرآن حکیم کی تلاوت نصیب ہوتی اور ہزاروں بار اس سے میں گزرا ہوں گا لیکن میرے ذہن میں اس طرح یہ نقش نہیں تھی اور میرے ذہن میں یہ بات کنندہ ہو گئی آخرت کے یقین کی کمی ایمان کے سلب کی سبب کیوں بنی تلاوت کر رہا تھا تو جب یہ آیت کریمہ سامنے سے گزری ان الساعۃ اٰتیۃٌ لاریب فیھا چونکہ وہ بات پیچھے تھی تو وہ آیت اس طرح دل میں نقش ہو گئی کہ اسکے بعد یہ دل سے مٹی نہیں۔ کہ یقین محکم جو ہے آخرت کے ساتھ ایمان کی بنیاد یہی ہے اگر یہ بنیاد گر گئی تو ایمان ہی گیا۔ سارے اعمال گئے اور ایک بندہ بچپن میں مسجد میں گیا ساری عمر قرآن اور دینی علم

**ایمان کا خاصہ یہ ہے کہ بندہ اپنے آپ کو ہر وقت میدان حشر میں کھڑا ہوا دیکھے، تب جو فیصلہ کرے گا وہ حق ہوگا اور اگر آخرت دل سے محو ہو گئی یا یہ بات آگئی کہ خیر ہے پتہ نہیں کیا ہوگا۔ تو ذرا سا ادنیٰ سا درجہ جسے ریب کہتے ہیں بھی ایمان ضائع کر دیتا ہے**

پڑھتے گزار دی اور جو باقی بچی وہ پڑھاتے گزار دی۔ مسجد میں فوت ہو گیا۔ مسجد میں دفن ہو گیا۔ لیکن یقین آخرت متزلزل ہوا تو سب کچھ چلا گیا۔

یہ جو آرام سے ہمارے دیہاتی بھائی کہہ دیتے ہیں ناں کہ وہ جی کس نے دیکھا ہے آگے کیا ہوگا صرف ایک جملہ زندگی بھر کے اعمال ضائع کرنے کو کافی ہے۔ نور ایمان کو بجھا دینے کے لئے یہ ایک جملہ کافی ہے اگر سارا جہان دیکھ کر آتا اور ہمیں بتاتا تو یقین نہ ہوتا جو محمد رسول اللہ ﷺ کے بتانے سے یقین حاصل ہونا چاہئے ساری دنیا دیکھ کر آتی اور بتاتی تو وہ یقین حاصل نہ ہوتا جو قرآن کے بتانے سے حاصل ہونا چاہئے یہ کہنا کہ دیکھ کر کون آیا اگر دیکھ کر کوئی آتا بھی تو کیا دیکھ کے آتا۔ انسان جو ذرا دور سے دیکھتا ہے تو کہتا ہے کہ جی شیر کھڑا ہے اور ذرا آگے جاتا ہے تو جھاڑی ثابت ہوتی ہے روز روشن میں ہم کسی کا دامن پکڑ لیتے کہ بھئی کہاں جاتے ہو مڑ کر دیکھتے ہیں تو کہتے کہ جی میں بھول گیا میں نے سمجھا کہ فلاں آدمی ہے معاف کرنا کیا یہ روز نہیں ہوتا اور یہ آنکھیں اگر دیکھ کر بھی آتیں تو کیا دیکھ کر آتیں۔ لیکن جو اللہ کے حبیبؐ نے فرمایا اس میں تو شک کی گنجائش نہیں اور جو خود اللہ نے بتا دیا اب کسی کے دیکھ کر آنے کی ضرورت کیا ہے بندہ مومن اپنے شب وروز میدان حشر میں بسر کرتا ہے ایمان کی خصوصیت یہ ہے

ایمان کا خاصہ یہ ہے کہ بندہ اپنے آپ کو ہر وقت میدان حشر میں کھڑا ہوا دیکھے، تب جو فیصلہ کرے گا وہ حق ہوگا اور اگر آخرت دل سے محو ہو گئی یا یہ بات آ گئی کہ خیر ہے پتہ نہیں کیا ہوگا ہے بھی یا نہیں ہے تو ذرا سا ادنیٰ سا درجہ جسے رَیبَ کہتے ہیں وہ بھی ایمان ضائع کر دیتا ہے۔ اس لئے یہاں پھر تلقین فرمائی وھم بالاخرۃ ھُھم یوقنون آخرت پر پکا پختہ یقین رکھتے ہیں اور جو نہیں مانتے آخرت کو نہیں مانتے کتاب کو نہیں مانتے نبی کو نہیں مانتے اللہ کو نہیں مانتے فرمایا۔ انہیں میں نرالی سزا دیتا ہوں ان الذین لایومنون بالاخرۃ زینا لَھُم اَعمَالَھُم فَھُم

www.naqshbandiaowaisiah.com



یَعمَھُون انہیں میں سزا ہی عجیب طرح سے دیتا ہوں کہ انہیں اپنی برائیاں اچھی لگنے لگتی ہیں۔ وہ ان پر فخر کرتے ہیں گناہ کرتے ہیں گناہ پر فخر کرتے ہیں برائی کرتے ہیں برائی پر فخر کرتے ہیں۔ انکی نگاہ میں وہ بڑا کمال ہوتا ہے اور فرمایا یہ میری طرف سے بطور سزا مسلط کیا جاتا ہے کہ یہ اسی میں بھٹکتا پھرے جب کسی کی برائی ایک حد سے بڑھ جاتی ہے تو اسے سزا یہ دی جاتی ہے کہ وہ برائی ہی اسے اپنا کمال نظر آنے لگتی ہے اور اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اسے توبہ کی توفیق نہیں ہوتی توبہ کی طرف خیال ہی نہیں آتا جب وہ سمجھ رہا ہے کہ میں برا کام کر رہا ہوں توبہ کیسے کرے گا۔ اور فرمایا یہ ایسے لوگ ہیں جنکے لئے بڑا ہی دردناک عذاب ہے اور انہیں پتہ چلے گا جب یہ میدان حشر میں آئیں گے کہ انہوں نے کتنے گھاٹے کا سودا کیا وَھُم فِی الاٰخِرَۃِ ھُمُ الاخسرُون صرف گھاٹا نہیں بلکہ بہت ہی بڑا گھاٹا ہے، آخرت دار بقا ہے اور جنت انسان کا گھر ہے۔

فرشتوں کے لئے جنت ودوزخ میں کوئی فرق نہیں ہے جو دوزخ میں ڈیوٹی کرتے ہیں انہیں دوزخ کا عذاب متاثر نہیں کرتا۔ جو جنت میں ڈیوٹی کریں گے انہیں جنت کی فضائیں کوئی فرحت نہیں پہنچائیں گے وہ ایک الگ طرح کی مخلوق ہے جو ان چیزوں سے ماورا ہے۔ شیاطین کا مقدر دوزخ ہے جنات کے بارے قرآن حکیم میں جو آیا وہ یہ ہے کہ اگر نیکی کرو گے تو جزا نہیں پاؤ گے برائی کرو گے تو سزا پاؤ گے کہیں قرآن میں یہ نہیں آیا کہ نیکی کرو گے تو تمہیں جنت ملے گی اس لئے علمائے حق کی رائے یہ ہے کہ جنات حساب کتاب کے بعد جو نجات پا جائیں گے انہیں ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا جائے گا لیکن جو گناہ گار ہوں گے وہ اپنی مدت گناہ جہنم میں گزار دیں گے اور وہ عرصہ عذاب پورا کرنے

**ذکر الٰہی اور نور قلبی سب سے مضبوط اور سب سے آسان راستہ ہے۔ یقین بالآخرت کے حصول کا۔**

کے بعد ختم ہو جائیں گے۔ وہ عرصہ عذاب کتنا ہے وہاں کی نعمتیں جس قدر عظیم ہیں عذاب بھی اس قدر عظیم ہیں تیسویں پارے میں ایک لفظ استعمال ہوا ہے حقبہ، حقبہ سو صدیوں کو کہتے ہیں یعنی سو سال کی ایک صدی ہوتی ہے اور سو صدیاں جمع ہو جائیں تو حقبہ کہتے ہیں تو بعض جرائم ایسے ہیں جن کی سزا حقبات میں ہیں۔ کہ وہ حقبے جہنم میں رہے گا۔ دس حقبے جہنم میں رہے گا اور پھر یہ ماہ وسال دنیا والے نہیں ہونگے آخرت والے ہونگے جن کے بارے ارشاد ہے ان یوماً عذابک کالف سنته مماتعدون آخرت کا اللہ کے نزدیک ایک دن گزرتا ہے جبکہ دنیا میں اس مدت میں ایک بڑا سال گزر جاتا ہے ہے حضرت عیسیٰؑ کا رفع آسمانی ہوا تو آپ بھرپور نوجوان تھے اب سنِ عیسوی کے مطابق دو ہزار برس سے زیادہ گزر گئے کیونکہ سن عیسوی عیسائیوں نے اس وقت شروع کیا لیکن ان کی عمر عزیز میں دو دن کا فرق پڑا ہوگا چونکہ وہاں ایک دن گزرتا ہے یہاں ہزار سال گزرتا ہے لہذا جب نزول فرمائیں گے تو وہی بھرپور جوانی ہوگی اور حدیث شریف میں ملتا ہے۔ کہ آپ شادی فرمائیں گے۔ زندگی گزاریں گے۔ وصال ہوگا روضہ اطہر میں دفن ہوں گے یہ صحیح احادیث میں موجود ہے۔

اللہ کی شان دیکھئے کہ کتنے اکابر دنیا سے گزرے۔ سیدنا عثمان غنیؓ حضرت علیؓ۔ حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ کتنے محبوب تھے اللہ کے رسول کو اپنے نواسے لیکن کسی کو چوتھی قبر کی جگہ نہیں ملی۔ حجرہ مقدس میں نبی کریمؐ کے مزار کے ساتھ سیدنا فاروق اعظمؓ آرام فرماہیں اور ان کے ساتھ سیدنا ابوبکر صدیقؓ آرام فرماہیں تین ہستیاں موجود ہیں ایک قبر کی جگہ باقی ہے اب حجرہ ہی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کا تھا اس میں انہیں جگہ نہیں ملی حضرت عثمان غنیؓ کیلئے کوشش بھی لوگوں نے کی لیکن اختلاف پیدا ہو گیا اور آپ جنت البقیع میں دفن ہوئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا وصال کوفہ میں ہوا۔ شہادت

www.naqshbandiaowaisiah.com



کوفے میں ہوئی اور تابوت مدینہ منورہ لے جایا جا رہا تھا راستے میں قذاقوں کی نذر ہو گیا انہوں نے خزانہ سمجھ کر لوٹ لیا۔ بندوں کو قتل کر دیا تابوت لے اڑے دیکھا ہوگا تو اندر حضرت علیؓ آرام فرما ہیں اب یہ پتہ نہیں انہوں نے کہاں دفن کر دیا تاریخ اس معاملہ میں خاموش ہے۔ فرضی مزار بنے ہوئے ہیں تاریخی طور پر ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت علیؓ کس جگہ پر دفن ہیں ۔ حضرت حسنؓ کی وفات ہوئی تو کوشش کی گئی لیکن اتفاق نہ ہو سکا تو جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ حضرت حسینؓ کربلا میں شہید ہوئے ۔شہدائے کربلا کے دفن کا ماجرا ہی عجیب ہے کہ وہاں صرف وہ لوگ تھے یا مارنے والے یا مرنے والے۔ مرنے والے مر گئے۔ ان کے اہل خاندان کو قیدی بنا کر یا پکڑ کر لے جایا گیا اور شہدا کے لاشے رہ گئے جو بعد میں چرواہوں کو پتہ چلا کہ یہاں یہ ظلم ہوا ہے اور شہدا پڑے ہیں۔تو انہوں نے تمام لاشے اکٹھے کر کے ایک بہت بڑی قبر تیار کر کے سب کو یکجا دفن کر دیا۔اب جو الگ الگ مزار بنے ہیں کربلا کے انکی سند کسی کے پاس نہیں ۔کہ یہ حضرت حسنؓ کا ہے حضرت عباسؓ کا ہے یہ فلاں کا ہے یہ سب فرضی ہیں تاریخی اعتبار سے سب کو یکجا سب کو ایک جگہ دفن کر دیا گیا اجتماعی قبر میں اور وہ بھی ارد گرد کے چرواہوں نے مل کر یہ کام انجام دیا تو اللہ کی شان ہے کہ وہ فرمودہ نبی کریم ﷺ کے مطابق چوتھی قبر کی جگہ خالی رہی۔

احادیث میں یہ بھی ملتا ہے کہ ہم اس طرح اٹھیں گے کہ ایک طرف میں ہونگا اور دوسری طرف عیسیٰؑ اور درمیان حضرت ابوبکر و عمرؓ ہوں گے یہ بھی صحیح حدیث میں موجود ہے کہ حضرت عیسیٰؑ دنیا میں جلوہ گر ہوں گے جہاد کریں

**اگر مراقبہ ارواح کرایا جائے تو بڑے بڑے شہروں میں گنتی کے چند لوگ انسانی شکل میں نظر آتے ہیں۔**

گے اسلام نافذ کریں گے شادی کریں گے ۔ زندگی بسر کریں گے۔ وصال ہوگا اور روضہ اطہر میں دفن ہونے کی سعادت نصیب ہوگی اور اصدق الصادقینؐ کے ارشاد کے مطابق وہ جگہ خالی ہے اُخروی زندگی زندگی کا کمال ہوگا کہ دنیا میں روح بدن کے تابع ہے بظاہر مکلّف بدن ہے مخاطب بدن ہے موسم بدن پر اثر کرتے ہیں غذائیں بدن پہ اثر کرتیں ہیں لیکن بالواسطہ بدن کے واسطہ سے ہر ہر بات روح کو بھی متاثر کرتی ہے۔ ہر بات کا ایک نقش بنتا ہے روح پر۔ حضرت جیؒ نے مراقبات ارواح اگر پہلے کرائے بھی تھے تو پھر حضرت جیؒ نے خود ہی بند کروا دیے۔ اگر مراقبہ ارواح کرایا جائے اور انسانی ارواح کو دیکھا جائے تو بڑے بڑے شہروں میں گنتی کے چند لوگ انسانی شکل میں نظر آتے ہیں۔ بلکہ صوفیا تو یہ فرماتے ہیں کہ اگر حلال جانوروں کی شکل میں نظر آئیں تو یہ پتہ چلتا ہے کہ ان میں ایمان باقی ہے ۔ ورنہ تو بندروں، خنزیروں سانپوں اور اژدھوں کی شکل میں نظر آتے ہیں ۔انسانی آبادیوں کو اگر دل کی نگاہ سے دیکھا جائے تو خنزیروں ۔ بندروں اور جنگلی درندوں کی شکلیں نظر آتی ہیں وہ روح کی شکلیں ہوتی ہیں جو کردار کی وجہ سے بگڑتی رہتی ہے اور جس برائی میں کوئی سبقت حاصل کر لیتا ہے وہ بُری خصوصیت جس بُرے جانور میں ہوتی ہے وہ شکل اس کی روح کو دے دی جاتی ہے اندر کی شکل اسکی اسطرح ہو جاتی ہے اور یہ بڑی بات ہے

اللہ کا بڑا انعام ہے کہ کوئی بظاہر انسان ہو اور اس کے اندر بھی انسان ہو، تو دنیا میں روح متاثر ہوتی ہے ہمارے ایک ایک جملے ایک ایک اقدام سے برزخ میں مخاطب بالذات بھی ہو جاتی ہے اور بدن پیچھے چلا جاتا ہے۔ بات روح سے ہوتی ہے خطاب روح سے ہوتا ہے جو موسم آخرت کے ہیں وہ روح پر اثر کرتے ہیں عذاب روح کو ہوتا ہے ثواب روح کو ہوتا ہے لیکن جس طرح دنیا میں روح بے نیاز نہیں تھی مرنے کے بعد بدن بھی بے نیاز نہیں ہوسکتا۔ وہ جل جائے یا اسے کوئی درندہ بھی کھا جائے تو

جہاں بھی اس کے ذرات ہیں اگر روح کو عذاب ہو رہا ہے تو وہ اس ایک ایک ذرے کو پہنچ رہا ہے اور اگر روح کو ثواب ہو رہا ہے تو وہ بھی ایک ایک ذرے کو پہنچتا ہے۔ یہ عام آدمی کی بات کر رہا ہوں وہ لوگ جنہیں اللہ نے کہا مردہ ہی نہ کہو ان کی بات الگ ہے' انبیا علیہ الصلوۃ والسلام کا مرتبہ الگ ہوتا ہے کہ انبیاء کی موت عام آدمی کی موت نہیں ہوتی۔ انبیا کی ارواح قبض نہیں ہوتی۔ بلکہ ان کا رشتہ دنیوی ضرورتوں سے منقطع کر کے برزخ سے متعلق کر دیا جاتا ہے۔ میدان حشر میں زندگی کامل ہوگی کہ روح بھی مکلف ہوگی اور بدن بھی مکلف ہوگا جو کچھ ہوگا وہ روح بھی سنے گی بولے گی، محسوس بھی کرے گی اور بدن بھی سنے گا بولے گا اور محسوس کرے گا۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ روح اور بدن آپس میں جھگڑیں گے روح کہے گی اللہ سب اسکا کیا دھرا ہے تو گواہ ہے کہ جب تک میں اس میں نہیں تھی میں بالکل پاک صاف تھی ٹھیک ٹھاک تھی جب یہ مجھے ملا اس نے مجھے ساری برائیوں میں مبتلا کر دیا اور مجھ سے گناہ کروائے۔ بدن کہے گا یا اللہ جب تک یہ نہیں آتی تھی میں تو محض مٹی تھا۔ میں تو مشک غبار تھا اور زمین پہ بکھرا ہوا تھا۔ اس نے آ کر سارا مجھ سے یہ سارا کچھ کرایا۔ تو حضورؐ فرماتے ہیں کہ اللہ کریم انہیں ایک نظارہ دکھائیں گے کہ دیکھو ایک باغ ہے نظر آئے گا اس میں پھل پکے ہوئے ہیں اب دو بندے ہیں ایک مضبوط قد کاٹھ کا ہے لیکن اندھا ہے، دوسرے کی آنکھیں صحیح ہے لیکن دھڑ بیکار ہے وہ اٹھ بیٹھ نہیں سکتا۔ نچلا دھڑ بے کار ہے کھڑا نہیں ہو سکتا تو دونوں اگر چاہیں گے کہ بڑا مزیدار پھل ہے توڑنا چاہئے لیکن کیسے توڑا جائے اندھے کو نظر نہیں آتا جسے نظر آتا ہے وہ وہاں تک پہنچ نہیں سکتا۔ پھر آپس میں اتحاد کر لیں گے وہ

**ذکر قلبی اور انوارات الٰہیہ کا کمال یہ ہے کہ دل میں وہ نور پیدا کر دے کہ چیزوں کی حقیقت سامنے نظر آنے لگے**

کہے گا کہ تم مجھے کندھے پر اٹھا لو میں تمہیں بتاؤں گا ادھر چلو اُدھر چلو یہاں رک جاؤ تم وہاں سے توڑ لینا تو جب وہ پھل توڑیں گے تو اللہ کریم پوچھے گا روح اور بدن سے کہ ان دونوں میں قصوروار کون ہے تو وہ خود کہیں گے کہ بارالٰہی یہ دونوں بدمعاش ہیں دونوں نے مل کر کیا تو فرمایا جائے گا کہ یہی حال تم دونوں کا ہے۔ جو کیا ہے تم نے مل کے کیا ہے اور تم مل کر بھگتو گے تو اصل گھر جو انسان کا ہے وہ جنت ہے اور اللہ کی رضا اور اس کی پسند اس میں ہے کہ اس کے سارے بندے جنت میں جائیں لیکن وہ زبردستی نہیں لے جاتا بندوں کو اختیار دیا گیا ہے کہ تمہارے سامنے میں ایک وقتی اور لحاتی دنیا بھی سجا دیتا ہوں ایک خوشنما گلشن بنا دیتا ہوں اس میں رہو اور اگر میرے حکم کے مطابق رہو تو اسے بھی انجوائے کرو اس میں بھی مزے کرو اور آخرت میں بھی اپنی جنت میں جاؤ لیکن اگر آخرت کو بھول کر اسی پر فدا ہو گے تو نہ اس کا مزا اٹھانے دوں گا اور نہ آخرت میں جنت نصیب ہوگی تو چونکہ دنیوی اور اُخروی دونوں زندگیوں کا مدار آخرت کے یقین پر ہے اس لئے قرآن حکیم اسے دوبارہ دہراتا ہے جس طرح سورۃ بقرہ میں دوبارہ دہرایا مومنین کی صفت فرماتے ھُدًی لِّلْمُتَّقِینَ o الَّذِینَ یُؤمِنُونَ بِالْغَیبِ وَیُقِیمُونَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُونَ o وَالَّذِینَ یُؤمِنُونَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیکَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ وَبِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ یُوقِنُونَ جیسے اب دیکھیں پہلے ساری ایمان کی صفات آ گئیں قرآن پر ایمان کی صفت آ گئی پہلی کتابوں کو مانتے ہیں آخرت ان سب میں آ گئی لیکن الگ سے پھر کہا وَھُمْ بِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ یُوقِنُونَ انہیں آخرت کا یقین کامل حاصل ہونا چاہئے یہاں بھی یہی فرمایا وَھُم بِالاٰخِرۃِ ھُم یُوقِنُون کہ وہ آخرت پر اسقدر یقین کامل رکھتے ہیں کہ سوتے جاگتے اٹھتے بیٹھتے اپنے آپ کو میدان حشر میں محسوس کرتے ہیں دوستی دشمنی، کام کاج، خرید و فروخت کاروبار زندگی کرتے وقت یہ سمجھتے ہیں کہ میں میدان حشر میں کھڑا

ہوں اور مجھے کیا فیصلہ کرنا چاہئے یہ خصوصیت ہے ایمان کی اور پھر ذکر الٰہی اور نور قلبی سب سے مضبوط۔ سب سے قریب ترین اور سب سے آسان راستہ ہے۔ یقین بالاخرت کے حصول کا۔ یہ ذکر قلبی ہماری بڑائی کیلئے نہیں ہے کہ یہ اس کی بڑائی کا اقرار کرنے کیلئے ہے یعنی جتنا نور قلب میں آئے اتنی معرفت الٰہی اور اس کی عظمت کا احساس ہو اور اپنے کچھ نہ ہونے کا احساس بڑھ جائے جتنی روشنی قلب میں آئے اتنی دنیا کی بے رغبتی یہ یقین اور چیزوں کی حقیقت نظر آنے لگتی ہے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام دعا فرمایا کرتے تھے اللھم ربّنا اَرِنا حقیقت الاشیاء اے میرے پروردگار ہمیں چیزوں کی اصلیت دکھایا کر اسکا سبب یہ بنا کہ ایک دن بکری کا جگر کسی نے تحفتاً بھیج دیا نبی کریمؐ کیلئے اور ام المومنینؓ نے سنبھال کر رکھ لی اب کوئی سائل گلی سے گزرا تو خانہ نبوی سے بھی یہی جواب آیا کہ اللہ برکت دے گا یعنی اللہ دینے والا ہے یہاں تو کچھ نہیں ہے تو جب حضور کریم ﷺ واپس آئے تو وہ کلیجی اٹھائی گئی تو وہاں تو سیاہ رنگ کا پتھر پڑا ہوا تھا۔ ام المومنینؓ نے شکایت کی یا رسول اللہ ﷺ یہ کلیجی رکھی تھی پتھر ہوگئی۔ آپ نے فرمایا کوئی سائل تو نہیں آیا تھا۔ یا رسول اللہ ﷺ گلی سے گزرا تھا۔ پھر اسے دے دی ہوتی یا رسول اللہ ﷺ آپ کیلئے ہدیۃً آئی تھی اور گھر میں کھانے کو کچھ بھی نہیں تھا۔ آپ کی خاطر رکھ دی تو فرمایا پھر اللہ نے مجھے ایسی چیز تو نہیں کھلانی تھی جس پر کسی سائل کی حسرت زدہ نظر پڑی ہو اللہ تو دیکھ رہا ہے سائل نہیں دیکھ رہا ہے۔ آپ کو دے دینا آپ نے نہیں دی تو یہ اگر اسے کوئی انسان کھاتا تو گویا اس نے یہ پتھر کھایا۔ اللہ کے نبی کو تو اللہ یہ نہیں کھانے دیتا اس لئے پہلے یہ پتھر ہوا۔ تو چیزیں نظر کچھ آتی ہیں ان کی حقیقت کچھ اور ہوتی ہے تو حضورؐ دعا فرمایا کرتے تھے تعلیم امت کیلئے ہر کوئی یہ دعا کیا کرے کہ اے اللہ مجھے چیزوں کی حقیقت دکھا "اللھم ربنا ارنا حقیقۃ الاشیا" اے ہمارے پروردگار ہمیں چیزوں کی صحیح صورت دکھا اور اگر حقیقت اشیا نظر آئے گناہ کی اصلیت نظر آئے چوری کے مال کی حقیقت نظر آئے دوسرے کے مال کی حقیقت نظر آئے تو کون ہے جو انگارے کھائے کوئی بھی نہ کھائے گا، کھانا چھوڑ دے گا، لیکن چونکہ ہماری نگاہ محدود طلب محدود یقین بالآخرت کمزور ہوتا ہے تو ہم اسے نعمت سمجھ کر کھا رہے ہوتے ہیں جو حقیقت میں دوزخ کا ایندھن ہوتا ہے اب رشوت کا کوئی مال کھاتا ہے تو اس کی حقیقت کیا ہوگی دوسروں کا مال لوٹ کر کھاتا ہے اسکی حقیقت کیا ہوگی تو ذکر قلبی اور انوارات الہیہ کا کمال یہ ہے کہ دل میں وہ نور پیدا کر دے کہ چیزوں کی حقیقت سامنے نظر آنے لگے یقین بالاخرت نصیب ہو جائے اور بندہ جیتا تو اس دنیا میں ہو اور بستا میدان حشر میں ہو۔

اللہ کریم ہماری خطاؤں سے درگزر فرمائے اور ہمیں نور ایمان اور یقین بالآخرت جیسی نعمت عظیم عطا فرمائے۔ آمین

**یہ جو ہمارے دیہاتی بھائی کہہ دیتے ہیں کہ جی وہ کس نے دیکھا ہے کہ آگے کیا ہوگا صرف ایک جملہ زندگی بھر کے اعمال کو ضائع کرنے کو کافی ہے**

## مراقبات ثلاثہ

فرمایا۔ کسی کو ایک ذکر میرے ساتھ نصیب ہو جائے تو اسے مراقبات ثلاثہ تک توجہ مل جاتی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ کب تک ان کو قائم رکھتا ہے۔ فرمایا کوئی بھی ایک دفعہ پکارے تو اس کی پکار بھی ضائع نہیں جاتی۔ شرط یہ ہے کہ اسے پکارنے میں بنیادی طور پر وہ خلوص، وہ عقیدہ یا وہ درد موجود ہو جو اللہ کو پکارنے کے لئے چاہئے۔

## ذکر و توجہ

ذکر جب ہوتا ہے تو وہ خود ہی اپنا خیال کروا لیتا ہے بس ہو جائے سہی۔ جب تک توجہ اپنے بس میں رہے تب تک یہ پتہ چلتا ہے کہ ابھی ذکر خام ہے جب ذکر میں پختگی آتی ہے تو پھر توجہ اپنے بس سے نکل جاتی ہے پھر اس طرف چلی جاتی ہے۔

اقتباس از کنز الطالبین

www.naqshbandiaowaisiah.com



# شجرہ سلسلہ نسبت اویسیہ

شاہ ولی اللہؒ نے لکھا ہے کہ نسبت اویسی کی کیفیت یہ ہے کہ جس طرح دریا یا پانی کسی صحرا میں گم ہو جاتا ہے اور اس کا کوئی نشان نہیں ملتا، زیرِ زمین چلا جاتا ہے، اسی طرح گم ہو جاتی ہے اور دو، دو، تین تین، چار چار سو سال کوئی بندہ اس نسبت کا نظر نہیں آتا لیکن پھر کہیں سے یہ زمین کو پھاڑ کر نکل آتی ہے اور جب یہ نکلتی ہے تو جل تھل کر دیتی ہے پھر ہر طرف اسی کا شور سنائی دیتا ہے اور ہر طرف یہی لوگ نظر آتے ہیں۔ پھر یہ چھا جاتی ہے انسانی قلوب پر۔ جو بھی سعید ہوں، جنہیں بھی اللہ نے قبول کر لیا ہو، جن پر اللہ کا کرم ہو، وہ سارے پھر اس میں شامل ہو جاتے، پھر یہ سمندر بن جاتا ہے۔

**خطاب امیر محمد اکرم اعوان**

**دارالعرفان، منارہ 21-06-2002**

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیم o

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیمِ o

''اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ o

اَللّٰھُمَّ سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ o

مَوْلَا یَا صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ مَنْ ذَانَتْ بِہِ الْعُصُرُوْا

اللہ جل شانہٗ نے اپنے بندوں کے لئے اولیاء اللہ کی اصطلاح قرآن کریم میں استعمال فرمائی ہے اور اس کی وضاحت بھی فرمائی ہے کہ اللہ کے دوست کون ہیں یا اللہ کن کا دوست ہے۔ اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ

جو لوگ پختہ یقین اور ایمان سے سرفراز ہوتے ہیں جو لوگ ایمان لاتے ہیں، اللہ ان کا دوست ہے اور اللہ کی دوستی کا اثر ان کی زندگی پر یہ ہوتا ہے کہ ان کی زندگی کا سفر ظلمت سے، تاریکیوں سے، گناہ سے، نافرمانی سے، فرمانبرداری کی طرف جاری رہتا ہے۔ انہیں تاریکیوں سے نکالتا ہے روشنی کی طرف۔ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَوْلِیٰٓئُھُمُ الطَّاغُوْتُ جنہیں ایمان نصیب نہیں ہوتا ان کا دوست طاغوت یا شیطان ہوتا ہے۔ یُخْرِجُوْنَھُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَی الظُّلُمٰتِ شیطان کی دوستی اور ولایت کا اثر یہ ہوتا ہے کہ ان سے نیکی چھوٹتی جاتی ہے اور وہ برائی میں مزید دھنستے چلے جاتے ہیں۔

قرآن حکیم کی یہ اصطلاح جس میں ارشاد ہوتا ہے کہ یہ اچھی طرح جان لو کہ جو اللہ کے اولیاء ہیں یا دوست ہیں انہیں نہ آئندہ کا خوف ہوگا اور نہ گزشتہ کا دکھ۔ ''لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ حزن دکھ کو کہتے ہیں جو کسی بات کے ہو جانے پر ہوتا ہے اور خوف ہوتا ہے جو کسی ہونے والی بات کا ہوتا ہے، آنے والے خدشے کا ہوتا ہے۔

فرمایا:۔ انہیں نہ کوئی آئندہ کا خوف ہوگا نہ گزشتہ پر افسوس ہوگا کہ جو گزری وہ اللہ کی اطاعت میں گزری اور جو آئے گی وہ وصول حق کی نوید آئے گی۔ اصطلاحاً یہ لفظ صوفیوں کے لئے اور ان لوگوں کے لئے جنہوں نے ذکر اذکار کر کے سینۂ اطہر رسول اللہ ﷺ سے کیفیات و برکات حاصل کیں، ان کے لئے استعمال ہونے لگا اور عظیم اور بزرگ صوفیوں کو ولی اللہ، اہل اللہ کہا جانے لگا۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ان تمام صفات کے جامع تھے جو وصال نبوی کے بعد مختلف افراد میں تقسیم ہوئیں۔ زمانہ اطہر میں فقیہہ بھی حضور ﷺ تھے، مفتی بھی حضور ﷺ تھے، حکمران بھی حضور ﷺ تھے سپاہی بھی حضور ﷺ تھے۔ ایک گھر کے مالک اور بچوں کی پرورش کرنے والے بھی حضور ﷺ تھے، تاجر بھی حضور ﷺ تھے، لوگوں سے معاملات کرنے والے بھی حضور تھے، قرآن بتانا بھی حضور ﷺ ہی کا منصب جلیلہ تھا اور قرآن سمجھانا بھی آپ ﷺ ہی کا منصب جلیلہ تھا۔ سب کچھ جو اللہ ہی کی طرف سے نوع انسانی کو نصیب ہونا تھا وہ ایک ذات میں جمع ہو گیا (ﷺ)۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد یا آپ کی ذات کے بعد، آپ کے زمانہ اطہر میں بھی صحابہ کرام میں بھی کوئی صحابی فقہ میں مشہور ہوا، کوئی تفسیر میں معروف ہوا، کوئی عبادت، زہد، تقویٰ میں معروف ہوا، کوئی شجاعت و دلیری میں معروف ہوا، کوئی فاتح اور جرنیل کہلایا۔ یعنی وہ تمام صفات جو ایک ذات میں جمع تھیں آپ ﷺ کے علاوہ دوسری ذاتوں میں ان کی کرنیں نظر آئیں۔ اگر کوئی بہت بہادر بھی ہو تو ایسا بہادر نہیں ہو سکتا جیسے محمد

رسول اللہ ﷺ تھے۔ کوئی بہت بڑا فقیہہ بھی ہو خواہ صحابہ کرام میں سے ہی ہو تو اس طرح کا فقیہہ نہیں ہو سکتا جس طرح حضور اکرم ﷺ تھے۔ کوئی بڑا عابد و زاہد بھی ہو تو کماحقہ ویسا نہیں ہو سکتا جیسے حضور اکرم ﷺ تھے۔ ہاں! ان اوصاف کی کرنیں، ان تجلیات اور ان انوارات اور ان برکات کو اپنے آپ میں سمو کر اپنے ہم عصروں میں دوسروں سے ممتاز ہو گئے لوگ۔ ان میں ایک شعبہ اُن لوگوں کا بھی آیا جنہیں اولیاء اللہ کہا جاتا ہے۔ اور یہ وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے علوم ظاہری کے ساتھ قرآنِ کریم کی تفسیر و تعبیر کے ساتھ، حدیث مبارکہ اور سنت سنیہ کے ساتھ، اتباعِ حق کے ساتھ ساتھ کیفیات قلبی ...... وہ تبدیلیاں جو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی ذات بابرکات کے انوارات سے قلوب میں ہوئیں ...... ویزکیھم ...... جن کیفیات سے قلوب کا تزکیہ ہو گیا وہ کیفیات بھی جنہوں نے اس قدر حاصل کیں کہ دوسروں میں ممتاز ہو گئے، وہ ولی اللہ کہلائے۔

جس طرح کسی نے فقہ میں اتنا کچھ سیکھا کہ عام مسائل تو دوسرے لوگ بھی جانتے تھے لیکن وہ ان سے زیادہ جاننے والا بن کر فقیہہ کہلایا، محدث کہلایا، مفسر کہلایا، اسی طرح ہر مومن اگرچہ ایک درجہ میں اللہ کا ولی ہے، ہر وہ بندہ جسے نورِ ایمان نصیب ہے وہ کسی نہ کسی درجہ میں ...... اللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا امنوا میں کوئی الف، ب، ج کی قید نہیں ہے۔ جو بھی ایمان لایا اسے ولایت الٰہی حاصل ہو گئی۔

**نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ان تمام صفات کے جامع تھے جو وصال نبوی کے بعد مختلف افراد میں تقسیم ہوئیں**

اب یہ اس پر ہے کہ وہ اپنے ایمان پر کتنا عمل کر کے مزید اس ولایت کو پختہ کرتا ہے اور اس طرح اس کا سفر نور کی طرف جاری رہتا ہے۔ یا، بدبختی میں آ کر ایسے لوگ بھی ہوئے کہ جن کا پھر ایمان بھی ضائع ہوا اور مرتد بھی ہوئے، دین سے پھر گئے، دین جاتا رہا اور آج کے عہد میں تو کوئی عجیب بات بھی نہیں ہے کہ کتنے مسلمان گھروں میں، کتنے ایسے لوگ ہوتے ہیں جو دین کو چھوڑ چکے ہوتے ہیں۔

بہر حال اس طرح قرآن حکیم ہم تک تواتر کے ذریعے پہنچا۔ ایک سے دوسرے کو، دوسرے سے تیسرے کو۔ ہم نے تو نہیں سنا۔ ہم سے پہلوں نے نہیں سنا، ان سے پہلوں نے نہیں سنا۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین وہ واحد افراد ہیں جنہوں نے رسول پاک ﷺ سے قرآن سنا اور رسول اللہ ﷺ وہ واحد ہستی ہیں جن پر قرآن نازل ہوا اور نزولِ قرآن کا کوئی دوسرا گواہ نہیں ہے کہ کوئی کہے کہ میں بھی سُن رہا تھا یہ آیت ایسے ہی نازل ہوئی تھی، ایسا کہنے والا کوئی نہیں ہے۔ حضور ﷺ سے صحابہ نے، صحابہ سے تابعین نے، تابعین سے تبع تابعین ...... علی ھذا القیاس تواتر اور وراثت کے طور پر مسلمان اپنے پہلوں سے حاصل کرتے آئے اور الحمد للہ ہمارے پاس من وعن وہی قرآنِ حکیم ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا اور اس کی ترتیب بھی وہی ہے جو نبی اکرم ﷺ نے دلوائی۔ آیات کا نزول مختلف مواقع پر ہے، سورتوں کا نزول مختلف مواقع پر ہے۔ بعض مدنی سورتیں پہلے آجاتی ہیں ترتیب میں اور بعض مکی سورتیں بعد میں ہیں۔ بعض مکی آیات مدنی سورتوں میں ملتی ہیں اور بعض مدنی آیات مکی سورتوں میں ملتی ہیں۔ چونکہ آیت اپنے اپنے موقع محل پہ نازل ہوتی رہیں لیکن جب قرآن مکمل ہو گیا تو اس کی ترتیب خود محمد رسول اللہ ﷺ نے دلوائی اور سورتوں اور آیات تک کی ترتیب وہی ہے جو آقائے نامدار ﷺ نے دلوائی۔ ہمارے پاس وہ قرآن ہے جس کی ترتیب آقائے نامدار ﷺ نے دلوائی۔ اور ہمارے پاس الحمد للہ ہر آیت کا شان نزول، اس کا موقع و محل، اس کی تاریخ، یہ سارا کچھ محفوظ ہے۔ اسی طرح تواتر سے احادیث پہنچیں۔ اب قرآن حکیم اور حدیث نبوی میں ایک فرق ہے کہ قرآن کی حفاظت کا ذمہ تو اللہ کریم نے لے لیا۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ ہم نے ہی یہ قرآن اتارا ہے ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔ ہم اس کے محافظ

www.naqshbandiaowaisiah.com



ہیں۔

قرآن پاک کی ایک زیر، زبر یا نقطہ گھٹایا یا بڑھایا نہیں جا سکا۔ جس کسی نے تحریف کرنے کی کوشش کی وہ دوسری زبانوں میں قرآن حکیم کے ترجمے کرتا رہا لیکن کسی آیت کو چھیڑنے کی، کسی لفظ کو چھیڑنے کی جرات کسی کو نہیں ہوئی۔

حدیثِ پاک میں اسی درجے کا تحفظ نہ تھا لہٰذا حدیثِ پاک میں آمیزش بھی کی گئی، حدیثیں اپنے پاس سے گھڑ کر بیان کی گئیں۔ اگرچہ آپ کا ارشادِ عالی تھا کہ مَنْ کَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا جس کسی نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولا اس کا ٹھکانہ دوزخ میں ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادِ عالی کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی بھی شخص جو میری ذات پر جان بوجھ کر جھوٹ بولتا ہے اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ اس کے باوجود منافقین نے، بے دین لوگوں نے، دنیا کمانے کے لئے، فرقے بنانے کے لئے، لوگوں کو اپنے پیچھے لگانے کے لئے احادیث گھڑیں۔ لیکن اللہ نے حدیث کو بھی وہ تحفظ دیا اس لئے کہ حدیث بھی قرآن کے مفاہیم سے اور اسی زمرے میں آجاتے ہیں جو حفاظت کا ذمہ اللہ نے لیا ہے۔ اللہ نے اگر قرآن کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے تو صرف الفاظ کا ذمہ تو قرآن کو کافی نہیں ہے جب تک اس کے مطالب اور مفاہیم بھی محفوظ نہ ہوں۔ لہٰذا حدیث کے تحفظ کے لئے اللہ کریم نے مسلمانوں کو ایسے ایسے اولوالعزم اور ایسے ایسے عظیم شخص عطا فرمائے جنہوں نے ایک حدیث کی جانچ کے لئے سترہ فنون ایجاد کئے۔

یاد رہے کہ حدیث کو پرکھنے کے لئے، حدیث نبوی کی جانچ کے لئے سترہ فنون ہیں جن میں سے ایک فن اسماء الرّجال کا ہے اور دنیا میں کسی قوم کے پاس یہ نہیں ملتا سوائے مسلمانوں کے۔ اسماء الرّجال میں ان لوگوں کے نام ہیں جنہوں نے حدیث بیان کی۔ ''الف'' سے لے کر ''ی'' تک حروفِ تہجی کی ترتیب سے ہر اس بندے کا نام ملتا ہے جس نے حدیث بیان کی۔ اسماء الرّجال کی کتابوں میں جتنے لوگوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حدیث بیان کی ان سب کا نام ملتا ہے۔ پھر صرف نام ہی نہیں ملتا بلکہ یہ تفاصیل بھی کہ ان کا خاندان کیسا تھا، ان کا کاروبار کیسا تھا، ان کا مزاج کیسا تھا، لوگوں میں ان کی شہرت کیسی تھی، عملاً وہ نیک تھے یا غیر صالح تھے، دیانت دار تھے یا نہیں تھے، ہمیشہ سچ بولتے تھے یا کبھی جھوٹ بھی بول لیتے تھے۔ اتنی ساری تفصیلات اس میں موجود ہیں۔

ان سترہ فنون میں سے یہ بھی ایک فن ہے کہ اگر کسی راویِ حدیث پر ذرا سا بھی اعتراض وارد ہو جائے تو جب تک کوئی دوسرا مستند اور کھرا آدمی اسی حدیث کو بیان نہ کرے اس راوی سے محدثین حدیث نہیں لیتے۔

امام بخاری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ''بخاری شریف'' مدینہ منورہ میں قیام فرما کر جمع کی لیکن ایک ایک حدیث کے لئے آپ نے بڑے سفر کئے۔ جہاں پتہ چلتا کہ وہاں کسی ملک میں، کسی شہر میں، کسی ایک آدمی کے پاس ایک حدیث ہے تو آپ اس زمانے میں جو پیدل چلنے کا زمانہ تھا، اونٹ گھوڑے کا زمانہ تھا، وہاں تشریف لے جاتے اور اس سے حدیث حاصل کرتے۔ آپ ایک حدیث کے لئے مصر تشریف لے گئے۔ اُس آدمی کو تلاش کیا تو پتہ چلا کہ وہ اپنے باغ میں ہیں۔ وہ اس کی کھیتی یا باغ جو تھا اس میں تشریف لے گئے تو دیکھا کہ وہ شخص گھوڑے کو پکڑنے کی کوشش کر رہا ہے، اس کا گھوڑا چھوٹ گیا ہے یا کُھل گیا ہے، وہ اس کو پکڑنے کی کوشش کر رہا ہے اور اس آدمی نے گھوڑے کو پکڑنے کے لئے اس طرح سے جھولی بنائی جس طرح اسے دانا کھلانے جا رہا ہو۔ گھوڑا اس جھولی پہ آیا تو اس نے گھوڑا پکڑ لیا اور جھولی چھوڑ دی۔ آپ (امام بخاری) واپس چل دیئے۔ اس شخص نے پکارا کہ بھئی کون ہو، کہاں سے آئے ہو اور کیوں آئے ہو اور بنا ملاقات واپس جا رہے ہو۔ انہوں نے کہا کہ میں فلاں شخص ہوں، مدینہ منورہ سے آیا ہوں اس لئے آیا ہوں کہ مجھے پتہ چلا تھا کہ تمہارے پاس نبی اکرم ﷺ کی ایک حدیث ہے۔ ہاں! اس نے کہا کہ ہے۔ میرے پاس ایک حدیث ہے۔ آپ آئیں اور سُنیں۔ امام بخاری نے فرمایا کہ نہیں۔ میں نے تمہیں دیکھا ہے کہ تو جانور سے بھی جھوٹ بول رہا ہے۔ تیرے دامن میں غلّہ نہیں تھا، دانے نہیں تھے، تو نے جانور سے جھوٹ بولا۔ ایسے جھوٹے آدمی سے میں نبی اکرم ﷺ کے کلمات سننے کو تیار نہیں ہوں۔

مدینہ سے مصر تک کا سفر اکارت گیا۔ فرمایا ! یہی حدیث مجھے کسی کھرے اور سچے آدمی سے مل جائے گی لیکن تم سے میں حاصل نہیں کروں گا۔ اسی لئے ''بخاری'' کو کہتے ہیں اصح الکتب بعد الکتاب اللہ کہ قرآن کے بعد سب سے صحیح ترین کتاب ''بخاری شریف'' ہے اور ''صحیح بخاری'' اس کا نام ہے۔ باقی پانچ بھی صحاح ستہ میں معروف ہیں کہ یہ حدیث کی چھ کتابیں صحیح ترین ہیں لیکن پھر بھی ان کا معیار اس کے بعد بھی جانچا پرکھا جاتا ہے، قرآن کی طرح آنکھیں بند کر کے ان پر یقین نہیں کیا جاتا۔ ان سب احادیث میں ایک مضبوط سلسلہ روایت کا ہے کہ کس نے یہ حدیث بیان کی، اس نے کس سے سنی، اس نے کس سے سنی، اس نے کس سے سنی یہ سلسلہ روایت بالآخر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام تک جا کر مکمل ہوتا ہے کہ فلاں بندے نے حضور ﷺ سے سنی، اس سے اس کے بیٹے نے یا اس کے شاگرد نے یا فلاں نے اس طرح یہ سلسلہ روایت چلتا آتا ہے تا آنکہ وہ حدیث کی کتاب میں ترتیب پا گئی اور لکھی گئی پھر ہر کسی نے اس کتاب سے پڑھی۔

یہ سلسلہ روایت جو ہے احادیث مبارکہ میں سب سے مضبوط سلسلہ ہے جانچنے کا کہ سارے راویوں کے نام اسماء الرجال میں مل جاتے ہیں، ان کے حالات مل جاتے ہیں، زمانے مل جاتے ہیں۔ ایک فن یہ بھی ہے کہ کون کب پیدا ہوا، کب فوت ہوا اور جس سے روایت کر رہا ہے اس کے زمانے میں یہ تھا بھی یا نہیں تھا جس کا نام لے کر روایت کرتا ہے کہیں ایسا تو نہیں کہ اس کا وصال پہلے ہو گیا ہو اور یہ بعد میں آیا ہو اور یہ روایت کر رہا ہو۔

اللہ کریم نے حدیث کی حفاظت کے لئے مسلمانوں کے سینے کشادہ کر دیئے اور انہوں نے ایسے ایسے اہل علم عطا فرمائے جن کا علم سورج کی طرح روشن اور دنیا کو منور کر گیا اور ایک ایک حدیث کی ساری جانچ پرکھ ملتی ہے۔

اسی طرح سے اولیاء اللہ کے سلاسل بھی چلے۔ جس طرح روایت حدیث ہے اسی طرح سے شجرے یا جسے شجرہ کہتے ہیں یا سلسلہ اولیاء اللہ کا کہتے ہیں یہ بھی چلے کہ کس نے کس سے برکات نبوی حاصل کیں، کس کی صحبت میں گیا، اس نے کس کا زمانہ پایا، کہاں اس سے ملا اور اس سے وہ کیفیات قلبی حاصل کیں۔ اسے کہتے ہیں شجرہ یا سلسلہ۔

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ''الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ'' پر ایک کتاب لکھی جس میں انہوں نے بارہ یا چودہ، غالباً چودہ سلسلوں کا ذکر فرمایا ہے اور پھر یہ فرمایا کہ یہ سلسلے صرف چودہ نہیں ہیں، بے شمار لوگوں سے سلسلے جاری ہوئے، کچھ ختم ہو گئے، کچھ ایسے بھی تھے جو غیر معروف رہے اور کتابوں میں نہ آ سکے لیکن جو ان تک معلومات پہنچیں ان کے مطابق انہوں نے اس کتاب میں ترتیب دے دیئے۔

اب سلاسل کا طریق یہ تھا کہ صحابہ نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت میں حاضر ہو کر وہ انوارات و کیفیات سینہ اطہر سے اپنے سینوں میں انڈیلیں۔ تابعین نے صحبت صحابہ میں رہ کر وہ کیفیات حاصل کیں، تبع تابعین نے تابعین سے حاصل کیں۔ اب اسی طرح جب یہ سلسلہ چلا تو آج تک جہاں کوئی سلسلہ تصوف ہے آپ دیکھیں گے کہ ان کے پاس اپنا شجرہ یا اپنا سلسلہ ہوگا جو اس بات کا گواہ ہوگا کہ کس نے کس سے برکات حاصل کیں۔

اسی ''الانتباہ'' میں ایک نسبت کا ذکر فرماتے ہیں۔ یاد رہے! سلسلہ ہوتا ہے فرد سے فرد کے نام تک لیکن نسبت کہتے ہیں ان کیفیات اور تعلق کو جو قلب سے قلب کو ہو جائے۔ صحابہ نے وہ نسبت حاصل کی بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر لیکن عہد نبوی میں ایک شخص تھے سیدنا اویس، قرن کے رہنے والے تھے جنہیں اویس قرنی کہتے ہیں۔ ان کے حالات میں یہ ملتا ہے کہ ایک دفعہ انہوں نے مدینہ منورہ کی حاضری بھی دی لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شرف ملاقات حاصل نہ کر سکے۔ حضور ﷺ کسی سفر مبارک پر تھے اور انہیں واپسی کی جلدی تھی وہاں ٹھہر نہ سکے اور واپس آ گئے۔ اور پھر وصال نبوی تک انہیں بارگاہ نبوی میں حاضری نصیب نہ ہوئی۔ تابعین میں شمار ہوتے ہیں۔ صحابہ سے ملے، صحابہ کو دیکھا۔ عہد نبوی کو پایا لیکن کیفیت ان کی کیا تھی کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وصیت فرمائی کہ میرے بعد تم میں سے اگر کسی کی ملاقات اویس قرنی سے ہو تو اس سے کہنا کہ میری امت کی مغفرت کے لئے دعا کرے۔ یعنی برکات انہوں نے کتنی لیں، ان کا مقام کیا تھا،

www.naqshbandiaowaisiah.com



ان پہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد دلالت کرتا ہے اور اس ارشاد کو لے کر سیدنا فاروقِ اعظمؓ اپنے زمانے میں سفر کر کے دجلہ کے کنارے جا کر کہیں انہیں صحرا میں دریا کے کنارے جا کر ان سے ملے۔ انہیں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سلام بھی پہنچایا اور یہ پیغام بھی پہنچایا۔ ان کا بدن، ان کا وجود، ظاہری جسم بارگاہِ نبوی میں حاضر نہ ہو سکا لیکن ان کے دل نے قلب اطہر سے وہ قرب حاصل کر لیا کہ جو برکات انہوں نے دور رہ کر حاصل کیں، غائبانہ حاصل کیں، ان کی روح نے قلبِ اطہر رسول اللہ ﷺ سے اکتسابِ فیض کیا۔ ان سلاسل تصوف میں باقی ساری نسبتیں حضوری ہیں۔ جیسے کوئی جس سے ملا وہاں سے حاصل کیں۔ شاہ ولی اللہؒ بھی "الانتباہ" میں رقمطراز ہیں، فرماتے ہیں کہ ایک نسبتِ اویسیہ ہے جس میں ملاقات شرط نہیں ہے۔ اویسیہ اس لئے کہتے ہیں کہ حصولِ فیض کا طریقہ وہ ہے جو اویس قرنی کا تھا کہ بدن وہاں پہنچ نہ سکا، ظاہری ملاقات نہ ہوئی لیکن روح نے دور رہ کر بھی وہ برکات حاصل کر لیں کہ سیدنا فاروق اعظم جیسے جلیل القدر صحابی کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پیغام لے کر ان کے پاس جانا پڑا۔ اگر کسی دل کو یہ قوت نصیب ہو جائے کہ روحانی طور پر اس کی روح پہلے بزرگوں سے یا بارگاہِ نبوی سے براہِ راست برکات و فیوضات حاصل کر لے تو اس طریقے کو نسبتِ اویسیہ کہیں گے۔

ہمارے ہاں برصغیر میں چار سلسلے معروف ہیں۔ چشتی، قادری، نقشبندی اور مجددی۔ نقشبندی جو ہیں ان کے آگے دو ہیں، نقشبندی مجددی اور نقشبندی اویسی اور چوتھا ہے سہروردیہ (شیخ شہاب الدین سہروردیؒ)۔

اب یہ چاروں لوگ بہت بعد کے ہیں۔ لیکن یہ چاروں ایسے ہیں جیسے فقہ میں چار آئمہ نے اجتہاد کا حق ادا کر دیا کہ فقہی مذہب چار پر آ کر رک گئے اسی طرح حصولِ برکات قلبی میں روحانی کیفیات میں ان چاروں نے وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے کہ ان کے ناموں پر آ کر چار سلسلے بن گئے۔

نقشبندیوں میں پھر دو ہیں۔ ایک وہی ہے جس میں ملاقات شرط ہے اور شیخ کی صحبت میں رہ کر فیض حاصل کرنا شرط ہے اور دوسرا نسبت اویسی۔ اویسی میں یہ شرط نہیں ہے کہ ملاقات ہو بلکہ صدیوں بعد بھی اگر کسی سے کوئی فیض حاصل کرنے کی اہلیت و استعداد پاتا ہے تو وہ اسے حاصل کر لیتا ہے۔

شاہ ولی اللہؒ نے لکھا ہے کہ نسبت اویسی کی کیفیت یہ ہے کہ جس طرح دریا یا پانی کسی صحرا میں گم ہو جاتا ہے اور اس کا کوئی نشان نہیں ملتا، زیرِ زمین چلا جاتا ہے اسی طرح گم ہو جاتی ہے اور اس طرح دو، دو، تین تین، چار چار سو سال کوئی بندہ اس نسبت کا نظر نہیں آتا لیکن پھر کہیں سے یہ زمین کو پھاڑ کر نکل آتی ہے اور جب یہ نکلتی ہے تو جل تھل کر دیتی ہے پھر ہر طرف اسی کا شور سنائی دیتا ہے اور ہر طرف یہی لوگ نظر آتے ہیں۔ پھر یہ چھا جاتی ہے انسانی قلوب پر۔ جو بھی سعید ہوں، جنہیں بھی اللہ نے قبول کر لیا ہو، جن پر اللہ کا کرم ہو وہ سارے پھر اس میں شامل ہو جاتے ہیں پھر یہ سمندر بن جاتا ہے اور ٹھاٹھیں مارنے لگتا ہے۔ لہٰذا نسبت اویسیہ کا جو شجرہ ہے وہ بھی عجیب ہے۔

یہ واحد نسبت ہے فیوضات و برکات کی جو سیدنا ابوبکر صدیقؓ سے جاری ہوتی ہے۔ یاد رکھیں کہ تمام سلاسل نبی کریم ﷺ سے سیدنا ابوبکر صدیقؓ، ان سے سیدنا فاروقِ اعظمؓ، ان سے سیدنا عثمان غنیؓ اور ان سے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے آگے آ کر مختلف سلسلے بن جاتے ہیں کہ آپ کے شاگردوں میں کتنے لوگ صاحبِ سلسلہ ہوئے اور سوائے نسبت اویسیہ کے باقی جتنی نسبتیں ہیں وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے چلتی ہیں۔ اسی کی وجہ میں عرض کر چکا ہوں کہ نبی کریم ﷺ کی برکات جس قدر ابوبکرؓ نے حاصل کیں ان میں کوئی دوسرا ان کا ثانی نہیں ہے۔ ان کے بعد جس طرح سیدنا فاروقِ اعظمؓ نے حاصل کیں پوری امت میں پھر ان کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ ان کے بعد جس درجے میں سیدنا عثمانؓ نے حاصل کیں پوری امت میں ان کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ ان کے بعد جس درجے میں حضرت علیؓ نے حاصل کیں ان کے بعد ان کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ البتہ ایسے مشائخ عظام ملتے ہیں جن کے سینے حضرت علیؓ کے سینے سے منور ہوئے اور پھر انہوں نے آگے برکات منتقل کیں اور وہ خود صاحبِ سلسلہ بن گئے لیکن نسبت

www.naqshbandiaowaisiah.com



اویسیہ ایک ایسی نسبت ہے کہ جو براہِ راست نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد ابوبکر صدیقؓ سے برکات حاصل کرتی ہے اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میرے سینے سے ابوبکر کے سینے میں جو کچھ انڈیلا گیا ہے وہ سوائے ابوبکر کے کسی اور کو نصیب نہیں ہوا۔ اگر عہد نبوی میں نصیب نہیں ہوا تو اس کے بعد کسی کو نصیب نہیں ہو سکتا۔ اس کا مطلب ہے ........ شبِ ہجرت کا ایک واقعہ ہے، علامہ باذل ایک شیعہ عالم ہوئے ہیں بہت بڑے اور بھلا زمانہ تھا اس زمانے کے علماء جھوٹ سے احتراز کرتے تھے۔

اگر چہ وہ شیعہ تھے لیکن پھر بھی انہوں نے پوری تاریخ اسلام مرتب کی ہے اس زمانے کی اور وہ ساری فارسی شعروں میں ہے۔ پوری تاریخ، تاریخ اسلام، عہدِ نبوی کی فارسی شعروں میں ہے علامہ باذل ایرانی کی۔ ''حملہ حیدری'' اس کا نام ہے اور نایاب ہے۔ الحمدللہ ہماری لائبریری میں موجود ہے لیکن بعد میں حملہ حیدری کے نام کی کئی منظوم کتابیں چھپ کر مارکیٹ میں آ گئیں جن میں تحریف کر دی گئی لیکن جو اصل کتاب ہے اس میں جو اشعار ہیں، وہ ہجرت پہ جب وہ آتے ہیں تو ہجرت کا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب ہجرت کے لئے مجبور کر دیا گیا تو آپ ابوبکر صدیقؓ کے گھر جلوہ افروز ہوئے اور ابوبکر صدیقؓ نے سانڈنیوں کا انتظام پہلے سے کر رکھا تھا، سفر کا اہتمام کر رکھا تھا جو پھر بعد میں غارِ ثور میں پہنچائی گئیں۔ آپ کی صاحبزادی نے اپنا دوپٹہ پھاڑ کر ستو اور راشن باندھ کر ہمراہ کر دیا اور دو بندے، ابوبکر صدیقؓ اور محمد رسول اللہ ﷺ عازم سفر ہوئے اور غارِ ثور میں جا کر جلوہ گزیں ہوئے۔ یہ منظر کشی کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ :۔

> **نسبت اویسیہ ایک ایسی نسبت ہے کہ جو براہ راست نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد ابوبکر صدیقؓ سے برکات حاصل کرتی ہے۔**

چوں رفتند چندیں بدامانِ دشت
قدومِ فلک سایہ مجروح گشت

کہ جب آپ نے کچھ دور تک سفر فرمایا صحرا میں، دشت میں، پہاڑوں میں تو آپ کے قدوم مبارک زخمی ہو گئے۔

ابوبکر آں گہ بہ دوشش گرفت
ولے ایں حدیث است جائے شگفت

کہ جب آپ کے قدم مبارک زخمی ہو گئے تو ابوبکر صدیقؓ نے حضور ﷺ کو اپنے کندھوں پر اٹھا لیا لیکن کہتے ہیں کہ یہ بڑی حیرت کی بات ہے یہ عام بات نہیں ہے کہ کسی نے محمد رسول اللہ ﷺ کو اٹھا لیا یہ بڑی حیرت کی بات ہے۔

ابوبکر آں گہ بہ دوشش گرفت

اس وقت ابوبکرؓ نے حضور ﷺ کو اپنے کندھوں پر بٹھا لیا۔

ولے ایں حدیث است جائے شگفت

لیکن یہ بات بڑی حیران کن ہے۔

کہ درکس چناں قوت آمد پدید
کہ بار نبوت تواند کشید

کہ کسی فرد میں اتنی طاقت آ گئی کہ اس نے نبوت کا بوجھ اٹھا لیا۔

کہ درکس چناں قوت آمد پدید
کہ بار نبوت تواند کشید

تو ایک وقت ایسا بھی آیا کہ جب ساری کائنات کا رابطہ حضور ﷺ سے کٹ گیا، زمین سے بھی قدوم مبارک اٹھ گئے۔ کسی چارپائی پر، کسی مکان پر، کسی سواری پر نہیں تھے بلکہ محمد رسول اللہ ﷺ دوشِ ابوبکر صدیقؓ پر تھے اور ساری کائنات صدیقؓ کے قدموں سے برکاتِ نبوی حاصل کر رہی تھی۔ لہٰذا یہ وہ کڑی ہے، ابوبکر صدیقؓ وہ کڑی ہیں جسے معیتِ نبوی کا اعلیٰ ترین معراج حاصل ہے۔ جس کے لئے حضور ﷺ نے فرمایا لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا معیت ذاتی ہے اور اس میں دو حضرات ہیں، دو افراد ہیں، محمد رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر صدیقؓ اور یہ درجہ دنیا میں کسی تیسرے کو نصیب ہی نہیں۔

نبیوں میں معیتِ ذاتی صرف محمد رسول اللہ ﷺ کو نصیب ہے اور غیر نبیوں میں صرف ابوبکر صدیقؓ کو نصیب ہے۔ انبیاء کو

www.naqshbandiaowaisiah.com



معیت نصیب ہے۔ موسیٰ علیہ السلام سے جب قوم نے کہا کہ آپ نے مروا دیا، پیچھے فرعون کا لشکر آ رہا ہے آگے سمندر ہے، ہم پہلے بھی رسوا تھے، آپ آئے تو آپ نے بھی ہمیں مصیبتوں میں ڈال دیا۔ انہوں نے یہ نہیں فرمایا کہ ''اللہ'' میرے ساتھ ہے، نہیں، انہوں نے فرمایا کہ اِنَّ مَعِیَ رَبِّی سَیَھْدِیْن میرا میرا ''رب'' میرے ساتھ ہے، ہمیں راستہ بنا دے گا۔ یہ معیت صفاتی ہے۔ ''رب'' صفاتی نام ہے۔ اسی طرح اولیاء اللہ کے لئے، نیک لوگوں کے لئے اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُحْسِنِیْن یہاں نسبت ذاتی ہے، اِنَّ اللّٰہَ مَعَ ساتھ ہے، کن کے؟ ''محسنین'' آگے صفت آ گئی۔ معیت ذاتی ہے تو آگے بندے کی صفت ہے، صفت زائل ہوگئی تو معیت چلی جائے گی۔ نبی کو چونکہ ہمیشہ معیت حاصل رہتی ہے اس لئے وہاں معیت صفاتی ہے۔ یہ صرف محمد رسول اللہ ﷺ کی شان ہے کہ آپ کو معیت ذاتی حاصل ہے اور غیر نبیوں میں ابوبکر کی شان ہے کہ انہیں اللہ کی معیت ذاتی حاصل ہے محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ، اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا لہٰذا یہ ممکن نہیں کہ کوئی برکات ابوبکر سے بالا بالا محمد رسول اللہ ﷺ سے حاصل کرے۔

نسبت اویسیہ سینۂ ابوبکر صدیقؓ سے چلتی ہے جو مخزن ہے، بھرا ہوا خزانہ ہے، لبریز ہے برکاتِ محمد رسول اللہ ﷺ سے اور پھر اس میں صدیوں کا فاصلہ آ جاتا ہے۔ مثلاً حضور اکرم ﷺ نے 11 ھجری کو وصال پایا۔ دو سال بعد 13 ھجری میں سیدنا ابوبکر صدیقؓ کا وصال ہو جاتا ہے۔ دو سال اور چند ماہ آپ کی خلافت رہی، حضرت حسن بصریؒ جو نسبت اویسیہ میں ابوبکر صدیق کے بعد آتے ہیں شجرے میں اور تقریباً تمام دیگر شجروں میں حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم کے بعد آتے ہیں۔ ان کا وصال 111 ھجری کے آخر میں ہوا۔ کم و بیش سو سال کا فاصلہ ہے درمیان میں۔ 13 ھجری اور 111 ھجری میں 98 سال کا فرق تو ویسے ہی پڑ گیا۔ وصال صدیقِ اکبرؓ میں اور حضرت حسن بصریؒ کے وصال میں ایک صدی حائل ہے لیکن اس طویل مسافت کو طے کرتے ہوئے حسن بصریؒ نے ابوبکر صدیقؓ کے سینہ پر نور سے وہ اکتساب فیض کیا جو برکات نبوی تھیں نسبتِ اویسیہ سے۔

حضرت حسن بصریؒ کے بعد حضرت داؤد طائی آتے ہیں جنہوں نے پھر برکات اویسی طریقے سے حاصل کیں اور ان کا وصال ہوا 174 ھجری میں۔ حضرت حسن بصری سے 74 سال بعد اگرچہ حضرت امام حسن بصریؒ سے حضرت داؤد طائی کی ایک ملاقات کا ذکر بھی تاریخ میں محفوظ ہے لیکن اکتسابِ فیض طریقِ اویسیہ سے ہی کیا۔ اس کے بعد حضرت جنید بغدادیؒ آتے ہیں جن کا وصال 297ء ھجری میں ہوتا ہے اور یہاں دو سو سے زائد سالوں کا فاصلہ آ جاتا ہے لیکن روح کے لئے اکتساب فیض اگر اسے نسبت اویسیہ حاصل ہو جائے تو صدیوں کے فاصلے کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ صدیاں اور زمانے وجود پر اثر انداز ہوا کرتے ہیں روح ان سے بالاتر شے ہے۔

اس کے بعد حضرت عبیداللہ احرار کا نام نامی آتا ہے اور آپ کا وصال ہوتا ہے 895 ھجری میں، چھ صدیوں کا فاصلہ ہے۔ چھ سو سال کے بعد پھر ایک شخص روئے زمین پر نمودار ہوتا ہے جو نسبت اویسیہ حاصل کرتا ہے اور دنیا کو منور کر جاتا ہے۔ حضرت عبیداللہ احرار تک پہنچتے پہنچتے لوگوں کو چلہ کشیوں اور دنیا سے الگ ہونے کی اور پھٹے پرانے کپڑے پہننے کی، کھانا کم کھانا، کم سونا، یہ، وہ اتنے مجاہدے کر کے کچھ حاصل کرنے کی عادت ہوگئی تھی، روش چل گئی تھی جو آج بھی ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ ولی اللہ تو کوئی پاگل ہوگا، جنگلوں میں ہوگا، اس کے کپڑے پھٹے ہوئے ہوں گے، وہ کھانا نہیں کھاتا ہوگا..........

حضرت عبیداللہ احرارؒ رئیس آدمی تھے۔ ایک سو جوڑا ہل آپ کی زمین پر ایک وقت میں چلا کرتا تھا اور یہ سارے آپ کے ملازم تھے۔ ایک سو خاندان صرف ہل چلانے والوں کا آپ کے ساتھ پلتا تھا۔ باقی امور میں جانوروں کی دیکھ بھال کرنے والے یا باقی اجناس کی خرید و فروخت کرنے والے کتنے لوگ پلتے ہوں گے اور آپ نے وہ پرانی روش ختم کر کے فرمایا کہ یہ طریقہ نہیں ہے کہ کپڑے بدل لو، لباس بدل لو، حلیہ بدل لو...... نہیں، عام آدمی کی طرح، جس طرح زندگی بسر کرتے ہو حدودِ شرعی کے اندر جو لباس عادتاً پہنتے ہو وہی لباس پہنو۔ جو غذا عادتاً کھاتے ہو وہی کھاؤ، مزا تو تب ہے کہ عام آدمی کی سطح پر رہ کر دل کو انوارات باری سے منور کر لو۔

www.naqshbandiaowaisiah.com



چوں فقر اندر عبائے شاہی آمد
ز تدبیر عبیداللّٰہی آمد

تو فقیری کو شاہوں کا لباس عبیداللہ احرار نے پہنایا کہ فقیر بھی رہے اور بظاہر شہنشاہ بھی نظر آتے تھے۔حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ کی تاریخ پیدائش 817 ھجری ہے۔عمر میں وہ حضرت عبیداللہ احرارؒ سے گیارہ سال چھوٹے تھے۔ان کا وصال اپنے شیخ کے وصال کے تین سال بعد 898 ھجری میں ہوا لیکن ایک ہی زمانہ پانے کے باوجود تاریخ میں خواجہ احرارؒ سے ان کی صرف چار ملاقاتوں کا ذکر ملتا ہے جن میں سے ایک ملاقات وہ ہے جب خواجہ احرارؒ خود مولانا جامیؒ کے ہاں تشریف لائے۔ باہم خط و کتابت کا سلسلہ بھی جاری رہا لیکن روحانی تربیت کی صورت نسبت اویسیہ ہی تھی۔ مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ کی مشہور تصنیف تحفۃ الاحرار اپنے شیخ کی مدح و منقبت اور سلسلۂ نقشبندیہ سے اپنی نسبت کے متعلق ہے۔نغمات الانس میں وہ حضرت عبیداللہ احرارؒ کے بارے میں فرماتے ہیں :

''امید ہے ان کے وجود کی برکت سے اس سلسلہ کا انتظام یعنی اس لڑی میں امت کا منسلک ہونا قیامت تک جاری رہے گا۔''

اس کے بعد حضرت ابو ایوب محمد صالحؒ ہیں۔جن کا تعلق یمن سے تھا اور بیشتر زمانہ دسویں صدی کا پایا۔ اواخر نویں صدی عیسوی میں جب وہ اوائل عمر میں تھے، یمن سے خراساں (ہرات) کا سفر کیا۔مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ سے اکتساب فیض کے بعد حج کے لئے چلے گئے۔ان کے بعد حضرت اللہ دین مدنیؒ جن کا مزار لنگر مخدوم میں ہے،ان کا نام نامی آتا ہے۔انہوں نے یہ برکات اپنے شیخ حضرت ابو ایوب محمد صالح سے حاصل کیں اور ان کا زمانہ پایا۔ یہ دونوں ہم عصر ہیں اور انہیں مدینہ منورہ سے ہندوستان رخصت فرما کر حضرت ابوایوب محمد صالح یمن کو تشریف لے گئے اور آپ کا مزار یمن میں ہے۔یمن میں وصال ہوا اور یمن میں آپ کا مزار پُر انوار ہے۔حضرت اللہ دینؒ برصغیر میں تشریف لائے، پنجاب میں جلوہ افروز ہوئے اور دین کا اتنا کام کیا کہ نام نامی اللہ دین کے نام سے مشہور ہو گیا۔ یہ نام یہاں کا دیا ہوا، پنجاب کا لگتا ہے،عرب کا دیا ہوا لگتا نہیں ہے۔ ان کا اصل نام پسِ منظر میں چلا گیا اور جو لقب یہاں عطا ہوا وہ ان کے نام نامی کے طور پر معروف ہو گیا۔ ان کے بعد مولانا عبدالرحیمؒ

**صدیاں اور زمانے وجود پر اثر انداز ہوا کرتے ہیں روح ان سے بالاتر شے ہے۔**

آتے ہیں۔ان کا وصال 30 جنوری 1957ء میں ہوا۔اور یہ تو کل کی بات معلوم ہوتی ہے۔ کہاں دسویں ھجری اور کہاں چودھویں ھجری۔ ان میں اور حضرت اللہ دین میں بھی 4 صدیاں حائل ہیں۔

مولانا عبدالرحیمؒ سے شیخ المکرم، قلزم فیوضات، بحر العلوم حضرت العلام اللہ یار خانؒ نے برکاتِ نبوی حاصل کیں۔حضرت اللہ یار خانؒ نے صحبت پائی حضرت مولانا عبدالرحیمؒ کی لیکن مولانا عبدالرحیمؒ تو چار سو سال بعد آئے حضرت اللہ دینؒ سے، انہوں نے کیسے حاصل کیا تو یہاں ایک بات ہے جو وضاحت طلب ہے۔

برزخ سے یا عالم امر سے یا اہل اللہ سے جو دنیا سے کوچ کر چکے ہیں ان سے فیض حاصل کرنے کے لئے سالک کو برزخ میں رسائی چاہئے۔کوئی زندہ شیخ ایسا ہو جو اس کی اتنی تربیت کرے کہ اس کی روح برزخ والے کی روح سے ہمکلام ہو سکے، ہم سخن ہو سکے، برکات حاصل کر سکے، تعلیمات حاصل کر سکے۔اس کے لئے کسی زندہ شیخ کا ہونا ضروری ہوتا ہے اور حضرت عبدالرحیمؒ کے والد صوفی تھے جنہوں نے انہیں مراقباتِ ثلاثہ کرائے۔ احدیت، معیت، اقربیت تک مراقبات انہوں نے اپنے والد گرامی سے کئے۔ مراقباتِ ثلاثہ اگر کسی کے مضبوط ہو جائیں، جس طرح یہ لوگ حلال کھاتے تھے، سچ بولتے تھے، ماحول سنجیدہ اور سچا اور کھرا تھا تو مراقباتِ ثلاثہ والا برزخ میں کلام

www.naqshbandiaowaisiah.com



کر سکتا ہے، اس کی رسائی ہو سکتی ہے۔ ہمارے سامنے کتنے لوگوں کو حضرتؒ نے مراقباتِ ثلاثہ کے بعد برزخ میں کلام کروایا۔ اس کے ہم عینی گواہ ہیں۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ جتنے لوگوں کے درمیان فاصلہ آیا، چار چار سو سال، دو دو سو سال کا، یقیناً انہیں کسی نہ کسی نے کم از کم مراقباتِ ثلاثہ تو کروائے ہوں گے، ان کا برزخ میں رابطہ تو کرایا ہوگا۔ لیکن یاد رہے کہ نسبتِ اویسیہ والوں کا قاعدہ یہ ہے کہ باقی سارے سلسلوں میں فنافی اللہ اور بقاباللہ کو آخری منازل قرار دیا گیا ہے۔ فنا، بقا سلاسل کی انتہا ہے جبکہ نسبتِ اویسیہ میں فنا و بقا ابتدا ہے اور فرمایا گیا۔

اولِ ما آخرِ ہر منتہی

جہاں تمام سلسلوں کی انتہا آ جاتی ہے وہاں سے ہماری ابتدا ہوتی ہے۔

اولِ ما آخرِ ہر منتہی
آخرِ ما جیبِ تمنا تہی

اور ہماری انتہا یہ ہے کہ مانگنے کو کچھ نہیں رہتا۔ اتنا کچھ مل جاتا ہے کہ بندہ مانگ سکتا ہی نہیں، مانگنے کی کوئی کسر باقی نہیں رہ جاتی۔ لہٰذا جہاں پہ مراقباتِ ثلاثہ یا ربط بالا رواح یا برزخ سے رابطے کا تعلق ہے تو جس کسی نے اتنا کام کیا اسے نسبتِ اویسیہ والوں نے اپنے شجرے میں شامل نہیں کیا۔ شجرہ مبارک میں صرف وہ نامِ نامی آئے جنہوں نے لوگوں کو فنا و بقا سے آگے چلایا اور انہیں عالمِ امر تک لے گئے۔ ورنہ یقیناً جہاں صدیوں کا فاصلہ ہے وہاں کوئی نہ کوئی اللہ کا بندہ ایسا ہوگا جو اس شیخ کو ملا اور جس نے اس کا رابطہ برزخ میں کروا دیا لیکن نسبتِ اویسیہ کے حاملین نے کم از کم جو معیار رکھا وہ تھا فنافی اللہ اور بقاباللہ اور اس سے آگے سلوک کو شمار کرنا شروع کیا، یہ تو الف، ب، ج، د ہے جیسے قاعدے میں الف ب ت ہوتا ہے۔ حروفِ ابجد جسے آپ کہتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ یہ ابجد ہے۔

اولِ ما آخرِ ہر منتہی
آخرِ ما جیبِ تمنا تہی

جس طرح حضرت ابوایوب محمد صالحؒ، حضرت مولانا عبدالرحیمؒ کو والد گرامی نے مراقباتِ ثلاثہ کروائے اسی طرح پہلے بزرگوں کا رابطہ بھی ضرور کسی نہ کسی نے کروایا ہوگا مگر اس نام کو شجرہ مبارک میں جگہ نہیں دی گئی اور اس کی تلاش کا کوئی فائدہ بھی نہیں ہے۔ اگر ضروری ہوتا تو شجرہ مبارک میں ضرور شامل ہوتا۔ اسی لئے شامل نہیں فرمایا گیا کہ جن لوگوں نے فنا، بقا سے آگے چلایا، جنہوں نے سالک المجذوبی کروائی، جنہوں نے نو عرش طے کروائے:۔

آنکہ آمد نو فلک معراجِ او
انبیاء و اولیا محتاجِ او

جسے عرشِ عظیم کہتے ہیں اس کے نو حصے ہیں۔ اور اس کے اندر نو حصے نو عرش کہلاتے ہیں جس طرح اس شعر میں کہا گیا کہ

آنکہ آمد نو فلک معراجِ او
انبیاء و اولیا محتاجِ او

وہ ہستی جس کا معراج نو عرشوں سے اوپر جو تشریف لے گیا اور نبی اور ولی جس کے محتاج ہیں۔ تو یہ فاصلے روح کے لئے ہیں، روحانی برکات کے لئے ہیں اور برکاتِ نبوی کے طفیل روح حاصل کرتی ہے۔ یہ میٹروں اور گزوں سے نہیں ناپے جاتے۔

میں آپ کو سمجھانے کے لئے ایک مثال دے دیتا ہوں جو غالباً میں نے کہیں لکھی بھی ہے، کہیں میں نے اس کا تذکرہ کیا بھی ہے، شاید ارشاد السالکین میں یا اور کہیں، اس وقت مجھے یاد نہیں، مجھے یہ یاد ہے کہ میں نے کہیں پہلے بھی یہ مثال کہیں لکھی ہے۔ حضرتؒ نے شمار کروائی تھیں۔

پہلے عرش میں ایک لاکھ سولہ ہزار منازل تھیں۔ پہلے عرش کے اندر اس کی چوڑائی میں ایک لاکھ سولہ ہزار منازل تھیں اور ان کے درمیان فاصلہ اتنا تھا جیسے آپ یہاں سے نگاہ اٹھائیں تو آپ کو ٹمٹماتا ہوا باریک سا ستارہ کہیں نظر آئے، بدن کی نگاہ اور روح کی نگاہ میں بڑا فرق ہے۔ اگر روح سالک المجذوبی پر کھڑے ہو کر دیکھے تو اسے دور ایک چھوٹے سے دیے جتنی روشنی نظر آتی تھی اور اللہ اسے وہاں لے جاتا تو ایک بہت بڑی منزل ہوتی۔ ان منازل میں آپس میں اتنا اتنا فاصلہ ہے اور یہ ایک لاکھ سولہ ہزار منازل ہیں۔ اس کے بعد گنی نہیں گئیں۔ نہ حضرت نے شمار فرمائیں نہ بعد میں کسی نے یہ جرات کی۔ جب اس کا پہلا حصہ ختم ہوتا تھا اور اس کے اور دوسرے عرش کے درمیان جو خلا ہے وہ پہلے عرش کی موٹائی سے زیادہ ہے۔ تیسرے عرش کی چوڑائی اس خلا سے زیادہ ہے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com



اس کے بعد جو خلا ہے وہ اس کی چوڑائی سے زیادہ ہے۔ اس طرح نو عرش بنتے ہیں۔ جب نواں عرش ختم ہو جاتا ہے تو وہاں مخلوق کی انتہا آ جاتی ہے اور آگے عالمِ امر شروع ہو جاتا ہے۔ روحِ انسانی اس لئے جا سکتی ہے کہ قل روح من امر ربی اس کی اصل امر ربی سے ہے، یہ عالم امر میں تشریف لے جا سکتی ہے، حاضر ہو سکتی ہے۔

• برصغیر کی سرزمین کو اگر دل کی نگاہ سے دیکھا جائے تو آسمان پر اتنے ستارے نہیں ہیں جتنے زمین میں اہل اللہ دفن ہیں اور ان کی ہر قبر سے نور پھوٹ رہا ہے لیکن اگر عالم امر میں پہنچنے والے گنے جائیں تو انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں۔ ان کی تعداد آٹھ دس سے زیادہ نہیں ہیں۔ ان گزشتہ سوا چودہ سو سال میں صحابہ کے علاوہ ...... برصغیر میں صحابہ کے مدفن بھی ہیں، برصغیر میں پہلی قوموں میں جو نبی مبعوث ہوئے تھے، ان کے مدفن بھی ہیں جو غیر معروف ہیں بعض انبیاء بھی اس سرزمین پر دفن ہیں جو بعثتِ آقائے نامدار سے پہلے بسنے والی قوموں کی طرف وقتاً فوقتاً آئے۔

نبیوں کے علاوہ صحابہ کبار جنہوں نے یہ زمین اسلام سے روشناس کروائی اور اس زمین میں جن کا وصال ہوا اور وہ اس زمین میں دفن ہوئے، ان کو چھوڑ دیں، ان کے بعد جب ولی اللہ کی بات آتی ہے تو یہ سرزمین اس طرح نظر آتی ہے قلب کی نظر سے جس طرح تاروں بھرا آسمان تاریک رات میں صاف نظر آتا ہے۔ اتنے ولی اللہ ہیں اس میں۔ لیکن عالم امر میں پہنچنے والے انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں۔ اور نسبتِ اویسیہ والے ولایت کو شمار اس طرح کرتے ہیں کہ جو عالم امر میں پہنچا وہ گھر پہنچا۔ ترقی اس سے آگے کرے گا۔

نسبتِ اویسیہ والے مشائخ عظام فرماتے ہیں کہ قل روح من امر ربی، امر سے تو یہ ہے۔ اگر یہ سارا سفر کر کے عالم امر میں پہنچ گیا تو ابھی گھر پہنچا ہے بارگاہ الوہیت کی حاضری یا وصول حق تو اب اس سے آگے شروع ہوگا کہ یہاں سے وہ بارگاہِ الوہیت کی طرف، بارگاہِ الٰہی کی طرف، وصول حق کی طرف سفر شروع کرتا ہے۔ اور یہ جتنے نام نامی آپ نے سُنے ان میں سوائے دو حضرات کے، دو حضرات ان میں بھی ہیں جو سالک المجذوبی تک ہیں لیکن ان کے نام شجرہ مبارک میں اس لئے شامل ہیں کہ جن لوگوں نے ان سے فیض حاصل کیا وہ عالم امر میں ان بلندیوں تک چلے گئے جہاں تک کوئی سوچ بھی نہیں سکتا۔ ان کے ساتھ ان کے نام نامی بھی شجرے میں آ گئے۔

میں یہ جرات نہیں کر سکتا کہ مشائخ میں سے میں آپ کو دو نام بھی بتاؤں، ہمارے سارے مشائخ ہیں، ہمارے سارے باپ ہیں اور باپ اگر کاشتکار ہو، بیٹا بادشاہ بن جائے تو باپ باپ ہی رہتا ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ اب بادشاہ کو باپ کی عزت مل گئی نہیں باپ کی عزت باپ ہی کے پاس رہتی ہے خواہ وہ غریب کاشتکار ہو اور بیٹا بادشاہ ہو جائے۔ بعد میں آنے والے خواہ جتنے بھی منازل حاصل کر لیں، ہیں تو وہ انہی کے طفیل۔ ساری برکات انہی کے سینے سے، انہی کے قلب سے اور انہی کے دلوں سے ہو کر آتے ہیں لہٰذا یہ جرات نہیں کی جا سکتی۔ ہاں! دو حضرات کے علاوہ باقی تمام عالمِ امر کے باسی ہیں، اور ان دو کی اولاد بھی عالم امر تک پہنچی ہے۔ یہ ہے شجرۂ نسبتِ اویسیہ۔ اس پر کسی نے ایک سوال یہ کیا تھا کہ جو فاصلے ہیں درمیان میں ان میں رابطہ کس نے کروایا۔ میں نے اس کا جواب عرض کر دیا کہ جس کسی نے رابطہ بالروح کروا دیا لیکن منازل بالا نہیں کروا سکا اس کا احسان تو مانا گیا لیکن اتنا نہیں کہ اس کے نام کو شجرہ میں شامل کیا جاتا۔ لہٰذا شجرہ ان ہی ناموں کا ملتا ہے جو کسی روح کو لے کر عالم بالا تک گئے۔ مشائخ عظام سلسلہ عالیہ کے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے یہ حقیقت بھی سامنے آتی ہے کہ جن دو مشائخ نے ایک ہی زمانہ پایا، ان کی باہمی صحبت کا عرصہ بہت مختصر تھا، صرف چند ملاقاتیں اور اس کے بعد طریق نسبت اویسیہ سے ہی آگے تربیت و ترقی نصیب ہوئی لیکن یہ اس دور کی خصوصیت ہے کہ حضرت جیؒ کے ساتھ مسلسل ربع صدی کی صحبت نصیب ہوئی۔ شاید اس عہد تاریک تر میں پھر سے برکاتِ نبوت کا نور بانٹنے کے لئے کڑے مجاہدے (جو ربع صدی پر محیط ہے) اور مسلسل صحبت شیخ کی ضرورت تھی کہ کارگاہِ ربوبیت میں جہاں اور جب جس شے کی ضرورت ہوتی ہے مہیا فرمائی جاتی ہے اور آج اسی توجہ شیخ کا اثر ہم چار دانگ عالم میں دیکھ رہے ہیں۔

www.naqshbandiaowaisiah.com



# نصرتِ الٰہی

ہم سب اپنے اپنے جج ہیں مجھے اپنے اندر جھانکنا چاہئے آپ کو اپنے اندر جھانکنا چاہئے اور ساری قوم کو اپنے اپنے اندر جھانک کر دیکھنا چاہئے کہ ہم کس کی امید پہ زندہ ہیں کس سے توقع وابستہ کئے ہوئے ہیں۔ ان سب باتوں کے درمیان موجودہ حالات کی تصویر اگر بنائی جائے اور ہم اپنے آپ کو تلاش کریں تو شاید مشکل ہو جائے کہ ہم اپنے آپ کو مسلمان ثابت کر سکیں۔ کردار کے اعتبار سے، امیدوں کے اعتبار سے، وابستگی کے اعتبار سے۔

**خطاب امیر محمد اکرم اعوان**
**دارالعرفان، منارہ 11-10-2002**

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیم o
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیم o
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o الرَّحْمٰنِ الرَّحِیم o مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ o

دین اسلام کی بنیاد اللہ جل شانہٗ کی کلی اور خالص توحید پر ہے اور قرآن حکیم کی ابتداء اللہ جل شانہٗ کی عظمت کے اقرار سے ہوتی ہے۔ الحمد للہ رب العالمین حمد خوبی یا کمال کے معنوں میں آتا ہے اور جب اس کے ساتھ ال آئے تو الحمد سے مراد ہوتا ہے کہ ہر طرح کی خوبی کسی بھی طرح کا کمال کوئی بھی بھلائی، کوئی بھی بہتری، کوئی طاقت، ربوبیت، خالقیت چیزوں کا بننا، سنورنا، پیدا ہونا زندہ رہنا، کمال کو پہنچنا، کائنات میں بکھرے ہوئے یہ سارے مظاہرے اس ایک وحدہٗ لاشریک کی قدرتِ کاملہ کی تصویریں ہیں اور وہ اتنا بڑا رحم کرنے والا ہے کہ انسانی عقل اس کی رحمانیت کا احاطہ نہیں کر سکتی۔

اَلرَّحْمٰن۔ بڑی عجیب بات ہے کہ رحمان بھی رحمت سے ہے اور رحیم بھی رحمت سے ہے اور دونوں لفظ دونوں صفاتی اسماء ایک ایت کریمہ میں ہیں جبکہ قرآن حکیم کا ایک بہت بڑا کمال یہ ہے کہ مختصر ترین الفاظ میں بے پناہ معانی کے سمندر ارشاد فرما دیتا ہے تو رحمانیت اور رحیمیت دونوں یکجا اگر آئیں تو بظاہر تو پتہ چلتا ہے کہ ایک ہی صفت کی تکرار کی گئی ہے اور اسے دوبارہ بتایا گیا ہے لیکن ایسا نہیں ہے۔ رحمانیت رحمت عامہ ہے جس سے ساری مخلوق مستفید ہوتی ہے وہ مومن ہے یا کافر، وہ بھلا ہے یا بُرا، وہ نیک ہے یا بد، رحمانیت کے مظاہر ہیں کہ سب کو زندگی ملتی ہے توفیق عمل ملتی ہے، فرصت ملتی ہے، ہاتھ، پاؤں، ناک، کان، آنکھیں، اعضاء جوارح ملتے ہیں طاقت ملتی ہے، دولت ملتی ہے، عزت ملتی ہے، حکومتیں ملتی ہیں، یہ اس کی رحمانیت کے مظاہر ہیں۔ لیکن اُس کی رحیمیت مختص ہے نورِ ایمان کے ساتھ اور اس کا سب سے بڑا مظہر قربِ الٰہی ہے جو اللہ کے خاص بندوں کو حاصل ہوتا ہے اس کے انبیاء اور رُسل ایسے آئے

جنہیں دنیا میں کسی نے نہیں مانا، زندگی ابتلا اور مشکلات میں گزری، اور کتنے نبی ایسے ہیں جنہیں ظلماً شہید کر دیا گیا۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ بعض انبیاء قیامت میں اکیلے کھڑے ہوں گے بعض کے ساتھ ایک آدمی بعض کے ساتھ دو چار آدمی ہوں گے جنہوں نے زندگی میں انہیں مانا۔ اس طرح حضرت نوح علیٰ نبیا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر قرآن حکیم میں موجود ہے کہ ساڑھے نو سو سال مسلسل آپ علیہ السلام نے مجاہدہ فرمایا تبلیغ فرمائی۔ اذیتیں اٹھائیں، تکلیفیں اٹھائیں، ماریں کھائیں اور جب طوفان آیا اور کفر غرق ہوا تو اکثر روایات کے مطابق ان کی کشتی میں اسی کے قریب مرد اور عورتیں سوار تھیں۔ یعنی ساڑھے نو سو سالہ محنت اور مجاہدے کا حاصل اسی افراد تھے، لیکن کیا ایسے حضرات کے لئے اس کی رحیمیت محدود ہے۔ نہیں، مختص ہے اور جو جتنا زیادہ مجاہدے اور ابتلا سے گزرا وہ اتنا زیادہ حصہ پائے گا۔ بلکہ آقائے نامدار ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس قدر تکالیف اور مصائب میں نے برداشت کئے انبیاء علیہ

www.naqshbandiaowaisiah.com



الصلوٰۃ والسلام کی جماعت میں کسی پر اسقدر شدائد نہیں گزرے۔ تو اس کی رحیمیت کا مظاہرہ انسانی دانش میں میدان حشر میں آئے گا جب ہر چیز کُھل جائے گی یا ان لوگوں کی سمجھ میں آتا ہے جن پر واقعی ہوتی ہے جنہیں اللہ سے ایک تعلق نصیب ہو جاتا ہے اور جو زندگی میں مرضیات باری کے مطابق جینے کی کوشش کرتے ہیں اور اللہ نے جہاں سے روک دیا ہے وہاں سے رُکنے کے لئے محنت کرتے ہیں اور یہ سب کچھ اُس کی رحیمیت کے طفیل ممکن ہوتا ہے۔ کہنے کو تو دنیا میں سب سے بڑی قوم مسلمان ہے۔ اس وقت دنیا کی کل آبادی کا کم وبیش ایک تہائی حصہ مسلمانوں پر مشتمل ہے اور دو تہائی میں لگ بھگ سوا سو کے قریب ایک سو بائیس یا ایک سو تیئس اقوام عالم جو شمار ہوتی ہیں وہ ساری ملکر ان کا مجموعی حجم جو ہے وہ دو تہائی بنتا ہے۔

لیکن عجیب بات یہ ہے کہ آج کا مسلمان بھی دن میں بار بار دہراتا تو ہے الحمد للہ رب العلمین کہ تمام خوبیاں تمام کمال اس وحدہٗ لاشریک کے دستِ قدرت میں ہیں لیکن پناہ ڈھونڈتا ہے مخلوق کے دروازے پر، حتیٰ کہ مسلمان کہلانے والے غیر مسلموں کی خیرات پہ پلتے ہیں غیر مسلموں سے اپنے لئے ضرورت کا سامان حاصل کرنے کی امید رکھتے ہیں۔ جبکہ ارشاد فرمایا کہ ایک وقت ایسا آئے گا جب سب کی غلط فہمیاں دور ہو جائیں گی آج تمہیں بڑے بڑے طاقتور، بڑی بڑی سپر پاورز، بڑے بڑے حکمران، بڑے مالدار اور بے شمار شہنشاہ نظر آتے ہیں لیکن روزِ حشر کو کسی کی بادشاہت انسانی آنکھوں کے سامنے بھی نہیں رہے گی اور سوال کیا جائے گا۔

لِمَنِ الملکُ الیوم۔ آج بتایا جائے حکومت کس کی ہے، کون حکمران ہے، کون بادشاہ ہے، آج بتایا جائے اور پھر قدرتِ باری کی طرف سے جواب آئے گا لِلّٰہِ الواحدِ القہار حکومت

**حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ساڑھے نو سو سالہ محنت اور مجاہدے کا حاصل اسی افراد تھے**

صرف اللہ کو سزاوار ہے جو واحد ہے جس کا کوئی دوسرا نہیں اور جو زبردست ہے نافرمانی کا بدلہ لے سکتا ہے۔ اسلام یہ ہے کہ جب یہ اعتماد اللہ کریم پر ظاہر کیا جائے تو پھر اپنے آپ کو بندہ اس طرح پیش کرتا ہے کہ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وا ہم سب صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ عبادت ہوتی ہے بھلائی کی اُمید پر، بہتری کی اُمید پر، کسی کی اطاعت کرنا۔ اللہ کے نبی اپنی اطاعت کی طرف دعوت نہیں دیتے بلکہ احکام الٰہی کی طرف دعوت دیتے ہیں اور جب وہ اپنی اطاعت کی دعوت دیتے ہیں تو اُس سے مراد یہ ہوتا ہے کہ وہ خود احکام الٰہی پہ اس طرح کاربند ہوتے ہیں کہ اُن کی اطاعت اللہ۔ کے احکام کی اطاعت ہوتی ہے۔ وَمَن یطع الرسول فقد اطاع اللہ جس نے اللہ کے نبی، اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کی اُس نے اللہ کی اطاعت کی کہ اللہ کا کوئی نبی، کوئی رسول، اپنی طرف سے، اپنی پسند سے، اپنی اطاعت نہیں چاہتا بلکہ انہی امور میں اطاعت چاہتا ہے، جن پر خود کاربند ہوتا ہے نمونہ ہوتا ہے امت کے لئے۔

لیکن ہمارا عالم یہ ہے کہ ہم سے اگر چھوٹ جاتی ہے تو صرف اللہ کی اطاعت اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت اور نہیں چھوٹتی دنیا داروں کی، دنیا کے بادشاہوں کی، دنیاوی طاقتوں کی غلامی۔ جبکہ یہ وعدہ کرنے کے بعد کہ

اِیَّاکَ نَعۡبُدُ ۔ بات بندہ اکیلا کر رہا ہوتا ہے واحد متکلم ہوتا ہے اور صیغہ جمع کا استعمال کرتا ہے۔ مفسرین کرام لکھتے ہیں کہ چونکہ اللہ نے یہ ایات تعلیم فرمائیں تو اس میں حکمت رکھی کہ جب نَعۡبُدُ کہتا ہے ہم سب تو ہم سب میں اللہ کے نیک بندے، علماء حق، اولیاء اللہ، تبع تابعین تابعین، صحابہ حتیٰ کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی جماعت بھی آ جاتی ہے۔ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ ہم سب جتنے بھی اطاعت گزار ہیں اُن سب کی طرف سے بات کرتا ہے گویا اپنے آپ کو اللہ کے بندوں میں سے ایک ظاہر کرتا ہے اِس وعدے کے ساتھ دوسرا وعدہ یہ کرتا ہے اِیَّاکَ نَسۡتَعِین. اور صرف تیری ہی ذات سے ہر طرح کی مدد کے طلبگار ہیں۔

یزدگرد کے خلاف برسرپیکار لشکر نے جب دارالخلافہ فتح کر لیا تو اس زمانے میں بھی امراء

کے علاقے الگ ہوتے تھے۔ جس طرح
آجکل گلبرگ وغیرہ شہر سے الگ اہل ثروت کے
لئے بنتے ہیں اُس زمانے میں بھی دریا کے اُس
پار شاہی محل اور امراء کی رہائش گاہیں تھیں اور شہر
پر عشاء تک مسلمانوں کا قبضہ مکمل ہوگیا یزدگرد
ایرانی شہنشاہیت کا آخری بادشاہ تھا جسے
مسلمانوں نے شکست دی اور اُس کے محل کا نام
قصرِ ابیض تھا سفید محل تھا بہت بڑا جس کا
انگریزی میں ترجمہ کر کے امریکنوں نے اپنے
صدر کی رہائش گاہ کا نام وائٹ ہاؤس رکھا۔
وائٹ ہاؤس عربی کے لفظ قصرابیض کا انگریزی
ترجمہ ہے اب سالارِ لشکر نے اعلان کر دیا
دوسرے دن جمعہ تھا کہ جمعہ کی نماز قصرِ ابیض میں
ہوگی بادشاہ نے رات کو دریا کے سارے پُل تڑوا
دیئے جتنی کشتیاں تھیں وہ پانی میں بہادیں اور
دریا طغیانی پر تھا تو مسلمانوں کا لشکر جب لب
دریا پہنچا تو دریا کا پانی تو کناروں سے باہر اُچھل
رہا تھا اور سامنے شاہی فوج تیر اور کمانیں لئے
کھڑی تھی کہ یزدگرد جب قصر ابیض سے بھاگا
مورخ لکھتے ہیں کہ بائیس ہزار تو اس کے ساتھ
صرف وہ غلام تھے جو محل میں کام کرتے تھے
فراش باورچی اور کپڑے دھونے والے اور
دوسرے تیسرے صرف محل کے خادم جو تھے
بائیس ہزار تو وہ تھے بچی کھچی ساری فوج بھی
ساتھ تھی اب ایک کنارے پہ شاہی فوج تیر
کمانیں لئے کھڑی ہے کہ کوئی دریا عبور نہ کر سکے
پُل ٹوٹ گئے کشتی کوئی نہیں مل رہی امیر لشکر کا
اعلان ہے کہ جمعہ کی نماز قصر ابیض میں ہوگی سارا
لشکر صف آرا ہے جس میں گھوڑ سوار بھی ہیں،
اونٹ سوار بھی ہیں، اونٹوں پر اسلحہ اور راشن بھی
لدا ہوا ہے۔ تو امیر لشکر نے دعا کی یعنی اللہ کی مدد
اور صرف اللہ کی عبادت کا مظہر یہ ہے کہ امیر لشکر
نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی، بلند آواز میں کی۔ مورخ
نے تاریخ میں لکھا سارے مجمعے نے سنی اور امین
کہی دعا یہ تھی کہ بارالٰہی! اگر ہم اقتدار کے لالچ
میں، دولت کے لالچ میں، ملکوں کے لالچ میں،
اپنی ذاتی کسی غرض سے لڑ رہے ہیں تو ہمارا غرق

**اس وقت دنیا کی کل آبادی کا کم وبیش ایک تہائی حصہ مسلمانوں پر مشتمل ہے**

دریا ہونا ہی بہتر ہے پھر ہمیں اس دریا میں غرق
فرمائیے اور اگر ہم خلوص دل سے تیری رضا کے
لئے اور ظلم کے خلاف صف آرا ہیں تو حق اور
عدل کی خاطر برسرِ پیکار ہیں اور حقیقی جہاد کر رہے
ہیں اور ہمارے دلوں میں خلوص ہے تو پھر دریا
بھی تو تیری مخلوق ہے پھر اسے کہہ دے ہمارا
راستہ نہ روکے۔ اور یہ کتنا بڑا امتحان تھا کہ
پورے لشکر کو میدان حشر سے پہلے میدان حشر
میں لاکھڑا کیا۔ سارے لشکر نے امین کہی اور حکم
ہوا کہ تمام لشکر ایک ہی وقت دریا میں داخل ہو
جائے اب سپاہ بھی پیادہ بھی سوار بھی اونٹوں
والے بھی سارا لشکر جب دریا میں داخل ہوا تو
دریا پہلے طغیانی پر تھا رکاوٹ بنی تو پانی اور بڑھ کر
کناروں سے بہہ نکلا اور فارس والوں کے الفاظ
مورخ نے فارسی میں ہی نقل کئے ہیں کہ شاہی
فوج جو دوسرے کنارے پر تھی وہ بھاگ رہی تھی
اور کہہ رہے تھے دیوا آوندند دیوا آوندند کہ یہ تو
کوئی دیو آگئے ہیں جنات آگئے ہیں انسان تو
نہیں ہیں کہ پانی بھی ان کا کچھ نہیں بگاڑ رہا اور
ان سے ہٹ ہٹ کر گزر رہا ہے اس طرح سے
طغیانی تھی دریا میں کہ جب مسلمانوں کا لشکر
داخل ہوا تو پانی دور دور تک کناروں سے باہر چلا
گیا رکاوٹ آ گئی اور جب لشکر پار اترا تو امیر لشکر
نے پوچھا کہ سب سلامتی سے پار اترے ہیں تو
ایک سانڈنی سوار نے کہا کہ میرا ایک پیالہ دریا
میں گر گیا ہے سانڈنیوں کے ساتھ عرب لکڑی
کے بنے ہوئے اتنے بڑے بڑے پیالے کنڈا
لگا ہوتا تھا تسمے کے ساتھ پالان کے ساتھ باندھ
کر رکھتے تھے جس میں دودھ وغیرہ دوہا جاتا تھا
اُس نے کہا میرا ایک پیالہ دریا میں گر گیا ابھی
بات اس کی زبان پر تھی کہ دریا کی لہر آئی اور وہ
پیالہ باہر آ گیا۔

اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کا مفہوم یہ
ہے کہ ہم تیرے ہی بندے ہیں اور تیری ہی
عبادت کرتے ہیں۔ اب اگر ہم کسی کا حکم نفع کی
اُمید پر مانیں جو اللہ کے حکم کے خلاف ہو تو پھر
عبادت اُس کی ہو جائے گی یعنی ہم نے صرف
اُس کا حکم نہیں مانا، بلکہ ہم نے اُس کی عبادت کی
چونکہ عبادت کا مفہوم صرف نماز روزہ نہیں ہے

www.naqshbandiaowaisiah.com



عبادت بہت وسیع مفہوم رکھتا ہے اور ہر اطاعت عبادت ہے اللہ کی جو اطاعت بھی کی جائے وہ عبادت ہے اُس کا ایک حصہ نماز ہے، ایک حصہ روزہ ہے، ایک حصہ حج ہے، زکوۃ ہے، فرائض ہیں، سنتیں ہیں، نوافل ہیں لیکن اس کے علاوہ ہم بول چال میں جب ہم بات بھی کرتے ہیں یا وہ عبادت ہوتی ہے یا خارج از عبادت ہوتی ہے اور یا پھر خلاف عبادت یا گناہ ہوتا ہے۔ محققین فرماتے ہیں گناہ سے تو اللہ بچائے لیکن ایسی باتوں سے بھی اللہ بچائے جو عبادت کے زمرے میں نہیں آتیں۔ چونکہ انسان کا وقت اس پہ لگتا ہے اس کی قوتِ گویائی خرچ ہوتی ہے اور اگر وہ بات ایسی بھی ہو جو گناہ نہ ہو لیکن ثواب بھی نہ ہو تو یہ بھی ایک ضیاع ہے یہ بھی نقصان ہے۔ اس طرح ہر کام یا عبادت ہوتا ہے یا بیکار ہوتا ہے یا عدم اطاعت ہو کر ناشکری بنتا ہے۔ ہم سب پڑھتے تو ہیں کہ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ لیکن ہم اپنی زندگی کا جائزہ لیں ہم دیکھ سکتے ہیں کہ ہماری امیدیں کہاں وابستہ ہیں ہم اطاعت کس کی کر رہے ہیں اور وعدہ کس سے کر رہے ہیں۔

عبادت کے ساتھ استعانت۔ تعاون معاونت یہ سارے اس سے نکلتے ہیں۔ ہم تعاون کس سے کرتے ہیں کس کا تعاون استعانت کس کی چاہتے ہیں مدد کس سے چاہتے ہیں کس کی مدد کے طلبگار رہیں۔ اس کے لئے نہ میں آپ کا جج ہوں نہ آپ میرے، ہم سب اپنے اپنے جج ہیں مجھے اپنے اندر جھانکنا چاہئے آپ کو اپنے اندر جھانکنا چاہئے اور ساری قوم کو اپنے اپنے اندر جھانک کر دیکھنا چاہئے کہ ہم کس کی امید پہ زندہ ہیں کس سے توقع وابستہ کئے ہوئے ہیں۔ ان سب باتوں کے درمیان موجود حالات کی تصویر اگر بنائی جائے اور ہم اپنے آپ کو تلاش کریں تو شاید مشکل ہو جائے کہ ہم اپنے آپ کو مسلمان ثابت کرسکیں۔ کردار کے اعتبار سے امیدوں کے اعتبار سے، وابستگی کے اعتبار

**ایک سانڈی سوار نے کہا کہ میرا ایک پیالہ دریا میں گر گیا ہے ابھی بات اس کی زبان پر تھی کہ دریا کی لہر آئی اور وہ پیالہ باہر آگیا**

سے اسی میں ہمارا یہ طریقہ انتخاب بھی ہے مزے کی بات یہ ہے کہ جو طریق انتخاب اسلامی تھا وہ کافروں نے اپنالیا اور جو کافرانہ تھا وہ مسلمانوں نے اپنالیا۔

طریقِ انتخاب اسلامی یہ تھا کہ ملک کے سربراہ کا انتخاب ہوتا تھا اور وہ بھی اس طرح نہیں ہوتا تھا کہ جو جو درخواست دیں مجھے بنا دو نہیں بلکہ قوم کے اکابرین اور جن پر قوم کو اعتماد ہوتا تھا اور جن کا علم اور ورع تقویٰ قابل رشک ہوتا تھا وہ لوگ منتخب فرماتے تھے کہ فلاں کو امیر بنایا جائے کبھی ایک کبھی دو کبھی چار پھر ان میں سے جسے وہ منتخب کرتے اسے عامتہ الناس کے سامنے پیش کیا جاتا پھر لوگ اُس کی بیعت کرتے جسے آج ہم ووٹ دیتے ہیں یہ بھی بیعت ہے اُس بیعت کی ایک دوسری شکل ہے بندے کی تائید ہوتی اور وہ جب امیر بن جاتا تو اُس کی ذمہ داری ہوتی کہ اب وہ گورنر کسے لگاتا ہے منسٹر کسے بناتا ہے، وزیر کس کو بناتا ہے، کس علاقے کا ذمہ دار کس کو مقرر کرتا ہے یہ اسلامی طرز حکومت تھا اور اس کا فائدہ یہ تھا کہ جہاں کہیں کچھ ہوتا تھا اُس کی ذمہ داری سربراہ مملکت پر آتی تھی کہ آپ ذمہ دار ہیں آپ نے وزیر بنایا آپ نے گورنر بنایا آپ کے گورنر نے یہ کیا۔ غلطی گورنر کرتا تھا شکایت مرکز میں آتی تھی کہ آپ کے گورنر نے یہ کر دیا اگر کسی گورنر کا کوئی وزیر مشیر غلطی کرتا تھا تو گورنر کے پاس شکایت آتی تھی کہ آپ کے نمائندے نے یہ کر دیا چونکہ وہ نمائندے اُس کے ہوتے تھے اب یہ جو طرزِ حکومت ہمیں مغرب نے دیا ہے اِس میں ہوتا یہ ہے کہ پہلا کمال تو اس کا یہ ہے کہ ایک بہت بڑے عالم دین اور ایک کافر، غیر مسلم، بدکار، شرابی، کا وزن برابر ہے دونوں کا ایک ایک ووٹ ہے پاکستان کے چیف جسٹس کا ایک ووٹ ہے اور جو بندہ جیل میں سزا بھگت رہا ہے اخلاقی جرائم میں اس کا بھی ایک ووٹ ہے یعنی دونوں کی حیثیت حکومت سازی میں برابر ہے اور اس میں اکثریت لی جاتی ہے جبکہ اکثریت کے بارے قرآنِ حکیم کا مشورہ یہ ہے۔

بَلۡ اَکۡثَرُ هُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ اکثر جہلا ہوتے ہیں اکثر لوگ اللہ کی اطاعت سے بھٹکانے والے ہوتے ہیں وَقَلِیۡلٌ مِّنۡ عِبَادِی

www.naqshbandiaowaisiah.com


الشکور اور اللہ کے شکر گزار بندے ہمیشہ تعداد میں کم ہوا کرتے ہیں۔ اور اس کے بعد تماشہ یہ ہوتا ہے کہ سربراہ بھی اپنی مرضی سے چنتے ہیں وزارتیں بھی اپنی مرضی سے بانٹتے ہیں لیکن جب عام آدمی شکایت لے کر جاتا ہے کہ جناب اس وزیر نے یہ ظلم کیا تو حکمران کہتے ہیں کہ آپ نے ووٹ دیئے تھے وہ بن گیا۔ اسلامی طرزِ انتخاب میں وہ یہ نہیں کہہ سکتے وہ نمائندے ہوتے ہیں امیر کے امیر المومنین کے وہ ذمہ دار ہوتا ہے جیسے کہ امیر المومنین سیدنا فاروقِ اعظمؓ کا ارشاد ہے کہ ''اگر فرات کے کنارے کوئی کتا بھوکا مر گیا تو خطاب کے بیٹے سے پوچھا جائے گا۔ میری ذمہ داری ہے''۔

اب یہ طرز انتخاب امریکہ میں ہے صرف صدارتی انتخاب ہوتا ہے جب صدر ایلیٹ ہو جاتا ہے تو پوری حکومت کی مشینری وہ اپنی مرضی سے بنالیتا ہے گورنر مرضی سے مقرر کرتا ہے آگے ان کی وہ اپنی کیبنٹ مقرر کرتا ہے اسے وزارتیں دیتا ہے لیکن اس سارے کا ذمہ دار وہ ایک فرد ہوتا ہے جہاں کہیں کوئی وزیر بھی غلطی کرتا ہے پکڑا صدر جاتا ہے امریکہ نے یہ کہاں سے لیا مسلمانوں سے جب مسلمان دنیا میں حکومتیں بنا رہے تھے امریکہ وحشی تھا اور اس میں کوئی نظام نہیں تھا آدم خور قبائل رہتے تھے۔ اور ایک دوسرے کو مارتے اور کھاتے تھے بلکہ دشمنوں کو کھانا قابل فخر سمجھتے تھے انسان خوری اور آدم خوری صرف امریکہ میں نہیں ہوتی صرف افریقہ میں نہیں ہوتی امریکہ میں بھی ہوئی اور آسٹریلیا میں بھی ہوئی ہے افریقہ اور آسٹریلیا کے بعض علاقے ایسے بھی ہیں جہاں آج بھی آدم خور بستے ہیں اور امریکہ تو ہے ہی آدم خور اُس نے آدمیوں کو کھانے کا انداز بدل لیا ہے پہلے مار کر پکا کر کھاتے تھے اب یہ اُن کے وسائل پہ قبضہ کر کے غصب کر کے کھا جاتا ہے تیل والوں کا تیل اور زراعت والوں کی زراعت اور دنیا کے وسائل ہڑپ کر جاتا ہے اور لوگ بھوک سے

**اللہ کے شکر گزار بندے ہمیشہ تعداد میں کم ہوا کرتے " اگر فرات کے کنارے کوئی کتا بھوکا مر گیا تو خطاب کے بیٹے سے پوچھا جائے گا**

تڑپتے رہتے ہیں اور پھر اُنہی کے وسائل میں سے مرتے ہوئے قطرہ قطرہ اُن کے منہ میں پانی ٹپکا کر ثواب بھی حاصل کرتا ہے۔ پھر انہیں امریکی ایڈ ملتی ہے۔ جو وسائل اُنہی کے چھینے ہوئے ہوتے ہیں امریکہ نے اور کسی کو اتنی ہمت نہیں دیتا کہ اُٹھ کر کھڑا ہو جائے۔ ہاں سسکتا رہے دم نہ توڑے خیر یہ ایک ضمنی بات آ گئی۔

ہمارا عالم یہ ہے کہ ہم نے وہی طریقہ اختیار کیا جو اہل کفر کا تھا اور جس کے متعلق علامہ اقبال نے بھی فرمایا تھا کہ

''بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے''

بندے کی حیثیت نہیں دیکھی جاتی، کہ وہ عالم ہے، نیک ہے، ولی اللہ ہے، پڑھا لکھا ہے، جاہل ہے، چور ہے، بدکار ہے، یہ کوئی حیثیت نہیں ہوتی اُس کا وزن کوئی نہیں ہوتا، بس تعداد گنی جاتی ہے۔ بہرحال یہ سب تبدیل کرنا اتنا آسان نہیں ہے اور اس سب کی تبدیلی صرف انقلاب سے ہو سکتی ہے ووٹوں سے الیکشن سے اور اس جمہوری انداز سے اس جمہوریت کی تبدیلی ممکن نہیں ہے۔ سحر انصاری کا ایک شعر ہے۔

کتنے مشکل ہیں معیار زمانے کے لئے
آگ ہی لائی گئی آگ بجھانے کے لئے

اس طرز جمہوریت کو بدلنے کے لئے پھر جمہوریت کا انداز اپنایا جاتا ہے حالانکہ آگ سے آگ بجھتی نہیں، اُس میں مزید آگ جھونکیں تو مزید بھڑکتی ہے یہ اس سے بدلے گی نہیں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی چونکہ انداز ایسا ہے پٹڑی ایک ہے ٹرین اُس پر جا رہی ہے آپ ڈرائیور بدلتے جا رہے ہیں کوئی اچھا ہوگا تیز چلا لے گا کوئی اچھا نہیں ہوگا تو کم تیز چلا لے گا لیکن جائے گی اس سمت جدھر اس کا منہ ہے اور اس پٹڑی پر جائے گی جس پر آپ چلا رہے ہیں تبدیلی تب آئے گی جب کوئی اللہ کے بندے وہ پٹڑی اکھیڑ ڈالیں گے۔ اس کا رخ صحیح کر کے بچھائیں گے اُس کی سمت درست ہوگی علامہ مرحوم نے کہا تھا۔

ترسم کہ نہ رسید بکعبہ اے اعرابی
ایں راہ کہ مے روی بترکستان است

کہ اے صحرائی میں ڈرتا ہوں کہ تو کعبے نہیں پہنچے

www.naqshbandiaowaisiah.com



گا اس لئے کہ تُو جس راستے پر چل رہا ہے یہ تو ترکستان کی طرف جاتا ہے۔ اسلام نافذ کرنے کے لئے کعبے پہنچنے کے لئے طریقہ بھی اسلامی ہوگا۔ غیر اسلامی طریقے کا پھل اسلام نہیں ہوگا کبھی کیکر پر انگور نہیں لگا کرتے کہ درخت کیکر کا اُگائیں اور اس پر انگور لگ جائیں۔ لیکن اس کے باوجود جو الیکشن ہوئے اس میں بڑے اچھے اچھے لوگ بھی ہیں علماء بھی ہیں پڑھے لکھے لوگ بھی ہیں اور اس دفعہ تو بی۔اے سے کم تو کوئی بھی نہیں چلو ایک تو اچھا ہوا کہ کم از کم ایسے لوگ تو ہیں جو کچھ چار حرف پڑھے ہوئے ہیں خواہ انگریزی کے سہی یا کسی کے سہی انپڑھ سے چار جماعت پڑھا ہوا بہر حال بہتر ہے کہ اُسی میں بات سمجھنے کی ایک صلاحیت تو ہوتی ہے۔ جہاں تک لوگوں کے ووٹوں کا تعلق ہے خبر رساں ایجنسیوں کے مطابق دس فیصد سے زیادہ لوگوں نے شرکت نہیں کی اور سرکاری اعداد وشمار کسی صوبے کے چالیس فیصد بتاتے ہیں کسی کے پچاس فیصد بتاتے ہیں۔ اب یہ سرکار کی بات سرکار سمجھ سکتی ہے اور اخبار کی بات خبروں والے سمجھ سکتے ہیں لیکن اب چاہئے یہ کہ جتنا بے پناہ ظلم مُلک میں ہو چکا ہے جتنی دہشت گردی اور قتل وغارت گری ہو چکی جتنا شور شرابا اور تباہی ہو چکی جتنا بوجھ غریب پر اور مفلس پر پڑ چکا اس میں مزید اضافہ نہ کیا جائے۔ اور وہ غلط طریقے سے بنی ہے یا صحیح طریقے سے بنی ہے اُس میں ووٹ فرشتوں نے ڈالے ہیں یا جنوں اور شیاطین نے ڈالے ہیں یا انسانوں نے ڈالے

ہیں جب الیکشن ہو چکا ہے تو اب ہمیں چاہئے کہ انتظار کریں کہ یہ منتخب ہونے والے لوگ کیا کرتے ہیں اور میری ذاتی رائے میں تو انہیں ان کا جو عرصہ انتخاب ہے وہ چار سال ہے یا پانچ سال ہے وہ دیا جانا چاہئے۔ کہ چار سال کو جنگ وجدل کی نذر کرنا مزید بدامنی پھیلانا مزید کاروباری نقصانات کرنا اور غریب آدمی کے روزگار کو مزید بند رکھنا شاید ہمارے لئے سود مند نہ ہو۔ میں جانتا ہوں کہ ان اسمبلیوں سے اسلام

> **اے صحرائی میں ڈرتا ہوں کہ تو کعبے نہیں پہنچے گا اس لئے کہ تُو جس راستے پر چل رہا ہے یہ تو ترکستان کی طرف جاتا ہے**

نافذ نہیں ہوگا لیکن یہ اسمبلیاں نفاذِ اسلام کے لئے بنی ہی نہیں ہیں یہ بنی ہیں کہ ملک میں جو سسٹم چل رہا ہے اسے صحیح طریقے سے چلایا جائے۔ جو بھی ہے وہ اسلامی ہے یا غیر اسلامی ہے ایک ملغوبہ ہے اُس میں کچھ ارکان اسلام کے بھی ہیں کچھ اسلام کے خلاف بھی ہیں ایسے بھی ہیں جو اسلام کی جڑ کاٹتے ہیں اور ایسے ارکان بھی ہیں جن کا حکم اسلام نے دیا ہے اب اس ملغوبے کو یہ نوساختہ اسمبلیاں کیسے چلاتی ہیں کس طرح سے چلاتی ہیں یہ اُن کا مسئلہ ہے کہ وہ

کفر کو تاریکی کو نور سے کیسے جُدا کرتی ہیں کتنا انصاف مہیا کرتے ہیں کس قدر عام آدمی کی بہتری ہوتی ہے کس قدر ملک اور قوم کی بھلائی ہوتی ہے۔ تو میرے خیال میں ہم بڑے عرصے سے ہر اسمبلی کو دو سال بعد بھگاتے چلے آ رہے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بھاگنے والے پھر حاضر ہو جاتے ہیں کہ جناب ہمارے ساتھ تو ظلم ہوا ہمیں کسی نے کام ہی نہیں کرنے دیا۔ تو یا رقوم کو چاہئے کہ جس طرح کی بھی اسمبلیاں بن گئی ہیں جب بن گئی ہیں تو انہیں ان کی مدت پوری کرنے دی جائے تاکہ یہ بھی پتہ چل سکے کہ جنہوں نے مدت پوری کی انہوں نے بھی کوئی کام کیا یا نہیں کیا۔ کتنے غریبوں کو روزگار ملتا ہے، کتنے بیماروں کو علاج ملتا ہے، کتنوں کے بچوں کو تعلیم ملتی ہے، چونکہ سارے عدل وانصاف تعلیم کے عام کرنے علاج معالجے کے عام کرنے اور انصاف کے ستا کرنے کے نعرے یہ سارے اسمبلی میں پہنچے تو اللہ کرے ہم تو دعا کرتے ہیں کہ اللہ کرے ملک بدامنی کی نذر نہ ہو مزید خرابی پیدا نہ ہو اور جو آ گئے ہیں اللہ انہیں توفیق عمل عطا کر دے اور انہی سے بھلائی کا کام لے لے اور اگر یہ بھی نہ کر سکے تو پھر شاید ایک ہی جواب ہوگا انقلاب جو بڑا کڑوا بڑا تلخ اور بڑا تکلیف دہ ہوا کرتا ہے اور میری دعا ہے کہ اللہ ہمیں خانہ جنگی سے، دہشت گردی سے، ناانصافی سے، نااتفاقی سے پناہ دے اور اہل وطن کو یہ شعور دے کہ اب جو لوگ آ گئے ہیں انہیں کام کرنے کا موقع دے کر دیکھا تو جائے کہ یہ کیا کرتے ہیں۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

# بھلائی کا راستہ

عبادات جتنی بھی ہیں وہ نماز ہو، روزہ ہو، حج ہو، زکوۃ ہو، یا نوافل ہوں ۔نفلی صدقات ہوں ، ۔نفلی روزے ہوں، نفلی حج ہوں، تلاوت ہو، ذکر واذکار ہوں تسبیحات ہوں ۔ساری عبادات کا حاصل یہ ہے کہ عبادت سے انسان کا ضمیر روشن ہو، قلب روشن ہو، سوچیں سدھر جائیں، ارادے درست ہو جائیں، اعمال اور کردار اللہ کی اطاعت اور نبی کریم کی اطاعت سے مزین ہو جائے

**خطاب امیر محمد اکرم اعوان**
**دارالعرفان، منارہ 15-11-2002**

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیم o

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیم o

شَھرُ رَمَضَانَ الَّذِی اُنزِلَ فِیہِ القُرآنُ ھُدیً لِلنَّاسِ وبَیِّنٰتٍ مِنَ الھُدیٰ وَ الفُرقَان. فَمَنْ شَھِدَ مِنکُمُ الشَّھرَ فَلیَصُمہ وَمَن کان مریضاً اوعَلٰی سَفَر فعدۃ مِن ایام اُخَریُرِیدُ اللّٰہ بِکُم الیُسرَ ولا یُرِیدُبِکُمُ العُسرَ. وَلِتُکمِلوُ العِدۃَ وَلِتُکَبِّروُ اللّٰہ عَلٰی مَا ھَدٰ کُم. ولَعَلَّکُم تَشکُرُون. وَاِذا سَالَک عِبَادِی عَنِی فَانِی قَرِیب. اُجِیبُ دَعوۃ الداعِ اذا دَعَان. فلیَستَجِیُولِیْ وَالیُومِنُو بِی لَعَلَّھُم یَرشُدُون. اللّٰھُم سبحانَکَ لاعِلمَ لَنااِلّا مَاعَلَّمتَنااِنَّکَ انتَ العَلِیمُ الحکیم. مَولَایَا صَلِّ وَسَلِّم دائِماً ابداًعلٰی حبیبِکَ مَن ذانت بہ العُصرُواہ o

رمضان المبارک کا پہلا عشرہ تمام ہونے کو ہے۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا ارشاد ہے۔اس کا پہلا عشرہ، پہلی دہائی رحمت ہے دوسری دہائی مغفرت اور بخشش ہے۔ اور تیسری دہائی عشق من النار دوزخ سے رہائی کا پروانہ ہے۔ رمضان المبارک کوئی محض ایک بوجھ نہیں ہے۔ جو اللہ نے بندوں پر ڈال دیا ہو۔ بلکہ عبادات میں سے ایک افضل ترین عبادت ہے۔ جس میں عملاً حضور الٰہی کا احساس ہوتا ہے اللہ کریم کو حاضر ناظر جاننا ایک اور بات ہے۔ اور حاضر وناظر ماننا کچھ دوسری بات ہے۔ حاضر وناظر جاننے کا مفہوم یہ ہے۔ کہ عملی زندگی میں ہم جو بھی کرتے ہیں اس سے اس بات کا اظہار ہوتا ہو۔ کہ واقعی جو کچھ ہم کر رہے ہیں یہ اللہ کے سامنے کر رہے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ جب یہ یقین ہو جائے کہ اللہ کے روبرو کر رہا ہوں۔ تو پھر اللہ کی نافرمانی کرنے کی جرات نہیں ہوتی عبادات جتنی بھی ہیں، وہ نماز ہو، روزہ ہو، حج ہو، زکوۃ ہو، یا نوافل ہوں، نفلی صدقات ہوں، نفلی روزے ہوں، نفلی حج ہوں، تلاوت ہو، ذکر اذکار ہوں، تسبیحات ہوں، ساری عبادات کا حاصل یہ ہے۔ کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔ لِکُلِّ شَیءٍ صِقَالَتہ" وصقالتہ القُلُوبِ عَن ذِکرِ اللّٰہ ہر چیز کی ایک پالش ہوتی ہے۔ جو اس کو صاف کرتی ہے۔ چمکاتی ہے۔ اور دلوں کی پالش اللہ کا ذکر ہے۔ اللہ کی یاد ہے۔ تو یہ ساری عبادات ذکر کی مختلف اقسام ہیں۔ اصل حاصل یہ ہے کہ عبادات سے انسان کا ضمیر روشن ہو۔ قلب روشن ہو۔ سوچیں سدھر جائیں۔ ارادے درست ہو جائیں۔ اعمال اور کردار اللہ کی اطاعت اور نبی کریم کی اطاعت سے مزین ہو جائے۔

بعض لوگوں کو عبادات کے متعلق دو غلط فہمیاں ہیں۔ بعض خطوط آتے ہیں۔ نماز بھی پانچ وقت پڑھتا ہوں، روزے بھی رکھتا ہوں، لیکن میرا کاروبار نہیں چلتا، عبادت کرتا ہوں، لیکن میری اولاد نہیں ہے۔ عبادت کرتا ہوں لیکن صحت ٹھیک نہیں۔ تو اس کا مطلب ہے کہ اگر ہم اسی طرح سے لیں تو عبادت کا تو مفہوم ہی بدل گیا۔ یعنی عبادت جو اللہ نے روشن ضمیری اور صفائے قلب کیلئے فرض کی ہے۔ اور صفائے قلب اور روشن ضمیری کا اظہار ہوتا ہے۔ عملی دنیا

www.naqshbandiaowaisiah.com



میں۔عبادت گزار شخص جو ہے۔جب وہ عملی دنیا میں داخل ہوتا ہے تو وہ کیسے عمل کرتا ہے۔اس وقت پتہ چلتا ہے کہ عبادت کا اس پر کوئی اثر ہے بھی کہ نہیں۔قرآن حکیم نے فرمایا۔

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرْ

عبادت الٰہی بے حیائی اور برائی سے روک دیتی ہے۔اب ایک آدمی عبادت بھی کرتا ہے۔برائی بھی کرتا ہے۔تو ظاہر ہے کہ عبادت میں کہیں کوئی نقص ایسا ہے۔یا وہ خلاف سنت ہے۔یا اللہ کی تعلیمات کے خلاف اس نے خود گھڑ لیا۔یا وہ دین کے باہر ایسا عمل کر رہا ہے۔جو عبادت نہیں ہے اور وہ سمجھ رہا ہے۔یا اگر فرائض ادا کرتا ہے۔تو انہیں صحیح طریقے سے ادا نہیں کر رہا۔وضو درست نہیں کرتا۔یا سجدہ رکوع درست نہیں یا کہیں کوئی کمی ہے۔کہ اس کا نتیجہ ظاہر نہیں ہو رہا۔اور اب اس میں یہ نہیں بتایا گیا کہ عبادت کرو گے تو اولاد زیادہ ہو جائے گی۔عبادت کرو گے تو کاروبار بہت زیادہ ہو جائے گا۔جتنے لوگ دنیا میں پیدا ہونے ہیں۔جس لمحے پیدا ہونے ہیں جس جگہ پیدا ہونے ہیں یہ طے شدہ بات ہے۔جتنے لوگ دنیا سے اٹھنے ہیں۔جس لمحے اٹھنے ہیں۔یہ طے شدہ بات ہے اس میں میری اور آپ کی رائے کی ضرورت نہیں اللہ کو۔اور ہر بندے نے یہ کیوں فرض کر لیا کہ اس کی شادی ہوگی۔اب اس کی اولاد ضرور ہونی چاہیے۔ شادی محض اولاد کیلئے نہیں ہوتی۔شادی ہوتی ہے۔دو افراد کامل کر زندگی گزارنے کا ایک معاہدہ ہے۔کیونکہ دونوں ایک دوسرے کی مدد کے محتاج ہیں۔دونوں کو۔انسانیت کی دو اصناف ہیں۔جو دونوں ایک دوسری کی محتاج ہیں۔اور دونوں مل کر زندگی گزاریں تو خوبصورت طریقے سے گزار سکتے ہیں۔اولاد دینا اس کا اپنا فیصلہ

**قرآن صرف مسلمانوں کیلئے نہیں ہے بلکہ ساری انسانیت کیلئے کتاب ہدایت ہے**

ہے۔مزدوری کرنا ہمارے ذمے ہے۔محنت کرنا ہمارے ذمے ہے۔دانشمندی سے جائز طریقے سے، حلال وسائل سے محنت کرنے کے ہم مکلف ہیں۔اور یہ اسی طرح فرض عین ہے۔رزق حلال کی تلاش جس طرح باقی عبادتیں فرض ہیں۔اور اس کے بعد کس کو کتنا رزق ملتا ہے۔یہ تو اس کا اپنا فیصلہ ہے۔کسی کو بغیر مزدوری کے دے دے۔تو رزق بھی اس کا اپنا مخلوق بھی اس کی اپنی کسی کو مزدوری پر تھوڑا دے دے۔کسی کو زیادہ دے دے تو اس کی اپنی تقسیم اور مختلف لوگوں کو مختلف انداز سے آزماتا ہے۔

اَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰہُ رَبُّہٗ فَاَکْرَمَہٗ انسان کی جب آزمائش کرتا ہے تو اس پر نعمتوں کی بارش برسا دیتا ہے اور اسے بڑے بلند رتبے دے دیتا ہے۔حکومتیں دے دیتا ہے۔وزارتیں دے دیتا ہے۔عمارتیں دے دیتا ہے۔زمیندار بنا دیتا ہے بہت بڑی ریاست کا مالک بنا دیتا ہے۔لیکن ہے کیا کہ یہ بندہ یہاں پہنچ کر بھی میری اطاعت کرتا ہے۔یا خود فرعون بن جاتا ہے۔وَاَمَّا اِذَا مَا ابْتَلٰہُ فَقَدَرَ عَلَیْہِ رِزْقَہٗ اور دوسرے کو ایسی آزمائش میں مبتلا کرتا ہے کہ اس پر اس کی روزی کو تنگ کر دیتا ہے۔اب تنگی فقر اور افلاس میں کیا وہ شکر کرتا ہے۔کیا وہ ناجائز وسائل کی طرف دوڑتا ہے۔کیا وہ دوسرے لوگوں سے رزق کی امید رکھتا ہے۔یا صرف اللہ پر بھروسہ کرتا ہے۔دونوں طرح کی آزمائش ہے۔جس میں عموماً افلاس اور فقر کا شکار ہونے والے فائدے میں رہتے ہیں۔کیونکہ بے شمار گناہ ایسے ہیں۔جن سے ہمیں غریبی بچا لیتی ہے۔انسانی زندگی میں بہت سے جرائم ایسے ہیں۔کہ اگر اس کے پاس دولت نہ ہوتو وہ بچ جاتا ہے۔تو دولت مند زیادہ آزمائش میں ہوتا ہے۔ بنسبت غریب کے۔یا پھر خط آئے گا۔کہ فلاں کام ہے۔اس کیلئے کوئی وظیفہ لکھ دیں۔کمال ہے جو آپ کو محمد رسول ﷺ نے ایک جملے میں اللہ کے حضور کھڑا کر دیا۔لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ ایک جملہ کہہ کر آپ اللہ کے حضور کھڑے ہو گئے۔ آگے بات کیا ہے۔محمد رسول اللہ یہ بات مجھے

www.naqshbandiaowaisiah.com



اللہ کے رسولؐ نے بتائی۔ جب اللہ کے روبرو کھڑے ہیں۔تو پھر وظیفہ یہی ہے۔کہ اللہ سے خود بات کرلو۔کہ یا اللہ میں مجبور ہوں، بے بس ہوں، یہ میری تکلیف ہے۔یہ میری بیماری ہے۔ یہ میرا دکھ ہے۔وہ سن رہا ہے۔وہ جانتا ہے کہ تمہارے حق میں کیا بہتر ہے۔جو بہتر ہوگا یقیناً کرے گا۔یا دنیا میں کوئی ایسا وظیفہ ہے۔جو چلہ کشی کرے بندہ اور اللہ کو مجبور کردے کہ اس کی بات مانو۔کیا کسی کے خیال میں ایسا ممکن ہے۔ اگر ممکن نہیں ہے۔تو پھر عبادات کو، دنیاوی امور پہ کیوں لگاتے ہو۔ میرے پاس تو جتنے خطوط آتے ہیں میں انہیں لکھتا ہوں کہ آپ آخرت کا کام مکمل کرچکے ہیں۔اب اسی عبادت کا زائد مصرف ہے کہ اسے دنیا پہ خرچ کرتے ہو۔تو بہت سی چیزیں ہم نے۔غیر مذاہب سے لے لیں۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بعض صحابہ اکرام کو بعض تکالیف میں بعض قرآنی آیات، یا بعض قرآنی سورتیں یا بعض مخصوص دعائیں پڑھنے کی ہدایت فرمائی۔لیکن یہ خاص وظائف یا دعائیں ان لوگوں کو بتائیں جو صحابی تھے۔ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ انہیں حضورِ حق حاصل تھا۔ اگر ہمیں وہ وظیفے وہ دعائیں کرنی ہوں تو ہم اپنی حیثیت کے مطابق پہلے حضورِ حق تو حاصل کریں۔وہ کام تو ہم سے ہوتا نہیں۔اور ہم پھر اس طرف بھاگ جاتے ہیں۔تو فرمایا یہ مبارک مہینہ جو ہے۔جس میں قرآن حکیم نازل ہوا۔ قرآن سے ارشاد باری یہ ہے۔ ھُدی للّنَاس یہ نوع انسانی کیلئے ہدایت ہے۔قرآن صرف مسلمانوں کیلئے نہیں ہے۔نہ مسلمانوں کی اس پہ اجارہ داری ہے۔یہی بات میں نے اپنے متعدد کالموں میں اخبار میں بھی لکھی ہے۔کہ اگر علمائے اکرام کو ممبر سے اٹھ کر اسمبلی چیمبر تک اللہ نے پہنچا دیا ہے۔تو ممبر کی آواز سامعین تک ہی

> **جنگ ہو یا صلح، سفر ہو یا حضر، اپنے ہوں یا بیگانے، کس کے ساتھ کس طرح پیش آنا ہے۔ یہ ساری باتیں قرآن حکیم بتاتا ہے۔**

جاتی ہے۔جو محدود ہوتے ہیں۔اور اسمبلی چیمبر ایسی جگہ ہے۔جہاں سے ساری دنیا سنتی ہے۔ اب حق یہ ہے کہ ہمارے علمائے اکرام پوری غیر اسلامی دنیا کو بھی یہ باور کرائیں کہ اسلام اور قرآن تمہارے لئے بھی ہے۔یہ ھــــــدی لـلـنـاس ہے۔اس کو اپنا دشمن نہ سمجھو۔اسے غور سے پڑھو۔اس کی بات غور سے سنو۔ یہ اللہ کا کلام ہے۔جو ساری کائنات کا خالق ہے۔اس نے اپنے انسانوں کیلئے ھـدیٰ للّناس بنایا ہے ساری انسانیت کیلئے کتاب ہدایت ہے اور ہدایت عربی میں کہتے ہیں کسی بھی کام کو کرنے کا صحیح طریقہ ہدایت ہوتا ہے۔

ہمارے ہاں مصیبت یہ ہے کہ ہم نے ہدایت کو بھی محدود کردیا ہے۔کہ جو مسلمان ہوگیا اس نے ہدایت پالی۔اور جو نہیں ہوا۔اس نے نہیں پائی۔اور جو مسلمان ہوگیا ہدایت یافتہ ہوگیا۔ اس کے بعد اسلام پر عمل کرے یا نہ کرے۔ہدایت کا لغوی معانی یہ ہے کہ کسی بھی کام کو کرنے کا صحیح طریقہ کاروبار، قانونی پیچیدگیاں، سیاسی کام، معاشی سیاسی یا عدالتی امور یا حفاظت یا لوگوں کے حقوق وفرائض، معاشرے کا جتنا کاروبار حیات ہے اس کا صحیح ترین طریقہ بتاتا ہے قرآن کریم۔ اور فرمایا صرف یہ نہیں۔بینٰتٍ مِنَ الھُدیٰ . دلائل کے ساتھ واضح کرتا ہے کہ جو میں بتا رہا ہوں۔یہ صحیح ترین طریقہ ہے۔جنگ ہو یا صلح، سفر ہو یا حضر، اپنے ہوں یا بیگانے، کس کے ساتھ کس طرح پیش آنا ہے۔سونا کیسے ہے۔جاگنا کیسے ہے۔ کھانا کیا ہے۔کیا نہیں کھانا ہے۔کمانا کیسے ہے۔کیسے نہیں کمانا۔کس کا کیا حق ہے۔کس کا کیا فریضہ ہے۔ یہ ساری باتیں قرآن حکیم بتاتا ہے۔اور بڑی کھلی دلیلوں کے ساتھ واضح نشانی بینٰتٍ مِن الھُدیٰ و الفُرقَان اور اتنا واضح بتاتا ہے۔کہ حق اور باطل الگ الگ ہوجاتے ہیں۔ درمیان میں کوئی ابہام نہیں رہنے دیتا۔

اب اس میں رمضان المبارک کا کیا

www.naqshbandiaowaisiah.com



کردار ہے۔فرمایا فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ تم میں سے جو زندگی میں اس مبارک مہینے کو پائے اس کے روزے رکھے۔ روزے رکھنے سے اصل مفہوم یہ ہے کہ حضور حق نصیب ہو۔ مال اپنا ہے، کمایا حلال طریقے سے ہے۔ فرمایا فجر کے بعد تم نہیں کھا سکتے۔یقین ہو گیا کہ یہ میرا نہیں اس کا ہے جس نے روک دیا۔ کہ نہیں کھانا۔ دن ختم ہوا۔اب اجازت ہوگی کہ اب کھا پی سکتے ہو۔تو سمجھ آ گئی کہ یہ مال میرا نہیں ہے۔ یہ اس مالک کا ہے اس نے وقتی طور پر مجھے مالک بنا دیا۔ اس ایک عمل نے ہمیں یہ سکھا دیا۔ کہ میرے پاس جو مال و دولت، جو علم و فن، جو کمال و خوبی، جو حکومت و اقتدار ہے۔ یہ میرا نہیں ہے۔ اور اس کا ہے، وقتی طور پر مجھے دیکر آزما رہا ہے۔لہذا مجھے یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ میں جب خرچ کرتا ہوں تو وہ اللہ کے مال سے خرچ کرتا ہوں، تو مجھے جب ملتا ہے تو اللہ کا مال ہے۔ جو مجھے ملتا ہے۔اب یہ احساس ہوگا تو آدمی اپنی دولت کو غلط مصرف پر خرچ کرنے سے رک جائے گا۔ اس کی اپنی تو نہیں ہے اللہ کی ہے۔اب اللہ کے پیسے سے وہ جوا تو نہیں کھیلے گا۔شراب تو نہیں خریدے گا۔کسی کو قتل کرانے کیلئے اجرت تو نہیں دے گا۔کسی کی برائی پر تو خرچ نہیں کرے گا۔کیونکہ اس سے تو اللہ کریم منع فرماتے ہیں۔تو جہاں سے اللہ منع فرماتا ہے۔ ان کاموں پہ تو نہیں لگائے گا۔تو پھر سارا دن تنہا ہے اکیلا ہے۔ بیڈ روم میں ہے، جنگل میں ہے کوئی بندہ پاس نہیں کھاتا نہیں، پیتا نہیں، اس کا مطلب ہے کہ اسے یقین ہے کہ میرا رب جس نے مجھے منع کیا وہ میرے پاس ہے۔یعنی ایک تربیت ہوگئی حضور حق کی۔ کہ میرا اللہ ہر وقت میرے پاس ہے۔اور یہی مقصود ہے۔

نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ انسان غلط کاری کرتا رہے۔جھوٹا بولتا رہے۔

**اگر ہم رمضان میں برائی کرتے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ شیطان نہیں کروا رہا وہ تو قید ہے۔**

جھوٹ سنتا رہے۔خرافات سنتا رہے۔خرافات بولتا رہے۔تو اللہ کو ضرورت نہیں ہے کہ وہ صرف بھوکا پیاسا رہے۔ اس کا روزہ نہیں ہوگا۔یعنی روزے میں صرف یہ نہیں کہ کھانے پینے سے رک جائے۔ بلکہ ہر طرح کی نافرمانی سے رک جائے۔ اور اس میں سہولت پیدا کرنے کیلئے رب جلیل نے ایک طرف رمضان کی عبادات کے فضائل اتنے بڑھائے کہ نوافل کو فرائض کے برابر کر دیا۔اور دوسری طرف پورا رمضان تمام شیاطین قید کر دیئے۔

پرسوں ایک دوست کا خط تھا۔ اور مجھے اس کی بات بڑی پسند آئی۔اللہ ایسے لوگوں کو سلامت رکھے۔اس نے لکھا کہ حضرت مجھے شیطان سے ڈر نہیں لگتا۔ مجھے یہ ڈر نہیں کہ شیطان مجھے بہکائے گا۔ یہ ڈر نہیں ہے میں شیطان سے نہیں ڈرتا۔ ڈر یہ ہے کہ میں خود شیطان نہ بن جاؤں۔ کتنی خوبصورت بات ہے۔ یہ خطرہ نہیں ہے کہ شیطان مجھے بہکائے گا۔شیطان کی وہ پرواہ نہیں کرتا۔ڈرتا اس بات سے ہوں۔ میں خود نہ شیطان بن جاؤں۔آخر شیطان نے کون سا تیر مارا تھا ایک سجدہ سے انکار کیا تھا۔آپ اس کی عبادات کو دیکھ لیں۔ پیچھے کتنا وقت اور کتنے لاکھوں کروڑوں سجدے ہیں۔ یہ تو ایک چھوٹی سی غلطی تھی۔لیکن غلطی چھوٹی نہیں ہوتی۔غلطی اس اعتبار سے ناپی جاتی ہے کہ کس بارگاہ کی نافرمانی کی۔ جب اللہ کی نافرمانی کی تو وہ چھوٹی کیسے ہوگی وہ تو بہت بڑی ہوگی۔تو بڑی خوبصورت اس نے بات لکھی۔اللہ اسے سلامت رکھے۔اللہ اسے اپنا قرب نصیب فرمائے۔کہ مجھے ڈر یہ ہے کہ میں خود شیطان نہ بن جاؤں۔خود اللہ کی نافرمانی نہ کر بیٹھوں۔آخر شیطان نے بھی تو یہی کیا تھا۔اور مردود ہو گیا۔ تو یہ مقصد ہے عبادات کا بھی۔

اس میں سب سے بہترین عبادت ہے رمضان ایک ساعتیں بہت مبارک ہیں۔

عبادات کا اجر بڑھا دیا جاتا ہے اور دوسری سب سے بڑی بات یہ کہ شیطان تو قید ہے۔ اب اگر ہم جھوٹ بولتے ہیں تو یہ شیطنت ہمارے اندر آ گئی ہے۔ اگر ہم رمضان میں برائی کرتے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ شیطان نہیں کروا رہا۔ وہ تو قید ہے۔ سارے شیاطین چھوٹے بڑے سب قید ہیں اس کا مطلب ہے کہ شیطنت کا کوئی حصہ ہمارے جسم میں سرایت کر گیا۔ وہ ہم سے کروا رہا ہے۔ اب یہ جو بعض لوگ بیماری کی وجہ سے روزہ نہیں رکھتے۔ بعض لوگ کسی اور شرعی عذر سے روزہ نہیں رکھتے۔ لیکن یہ ضروری تو نہیں ہے کہ اگر روزہ نہیں ہے تو احترامِ رمضان بھی نہ ہو۔ سرعام وہ کھانا پینا شروع کر دے۔ تو اس طرح کی جرات جو کرتا ہے۔ تو اس کا مطلب ہے کہ اس کے اپنے اندر وہ مادہ جو شیطان کے اندر تھا۔ کسی حد تک اس کے اندر موجود ہے۔ اور اسی کا اخراج عبادات سے کیا جاتا ہے۔ ھُدیٰ لِلنَّاس بیّنٰتٍ من الھدیٰ وَالفُرقَان اور یہ ساری نوعِ انسانی کیلئے ایک آئین و دستور ہے۔ قیامت تک کیلئے اس کا مطلب ہے کہ دنیا میں جو مسئلہ بھی پیدا ہوگا۔ اس کا حل قرآن کے پاس موجود ہے۔ اور واضح حل موجود ہے۔ لہٰذا جسے یہ مبارک مہینہ نصیب ہو۔ وہ ضرور کوشش کرے۔ اور پوری پابندی سے روزہ رکھے۔ مَنْ کَانَ مَرِیضاً اگر کوئی بیمار ہو۔ اَوْ عَلیٰ سَفَرٍ یا سفر میں ہو۔ مسافر ہو تو روزے چھوڑ سکتا ہے۔ اور اس کیلئے اللہ نے گنجائش رکھی ہے۔ فَعِدَّۃٌ مِنْ اَیَّامٍ اُخَر رمضان کے بعد اتنے روزے پورے کر لے۔ اگر اسے صحت اجازت دے۔ سفر ختم ہو جائے۔ بعض مریض ایسے ہوتے ہیں۔ جنکی صحت کی امید نہیں رہتی۔ عمر کا تقاضا ہوتا ہے۔ بڑھاپا ہوتا ہے۔ یا بیماری ایسی ہوتی ہے۔ جس کے ٹھیک ہونے کا امکان

> میں خود تیرے خیالوں سے تیرے علم سے، تیری سوچ سے، تیرے شعور سے زیادہ تیرے قریب ہوں

نہیں ہوتا۔ تو اس کیلئے اللہ نے فدیہ مقرر کر دیا۔ کہ وہ جو غذا خود کھاتا ہے۔ وہ دو وقت کی غذا ایک روزے کے بدلے کسی غریب کو کھلائے۔ لیکن جو مریض صحت مند ہو جاتا ہے۔ جو مسافر سفر ختم کر لیتا ہے۔ ان کیلئے قضا ہے کہ وہ غیر رمضان میں روزے رکھے۔ اللہ اسے رمضان کا اجر دے دے گا۔ یہ اللہ اجازت دے رہا ہے۔ رمضان کو عزت کس نے دی۔ رب العالمین نے اور رب العالمین مریض کو اجازت دے رہا ہے کہ تم رمضان کے بعد روزے رکھنا۔ وہ ایسا تو نہیں ہے کہ بعد والے کو کم ثواب یا کم اجر دے۔ وہی دے گا جو رمضان میں دیتا ہے۔ لہٰذا اطاعت الٰہی مقصود ہے۔ ضد مقصود نہیں کہ میں یہ کام ضرور کروں گا۔ یا میں فارغ ہوں تو فجر کے دو فرض کی بجائے چار پڑھوں ایسا نہیں ہے۔ جو عبادات متعین ہیں اور ان میں جو رعایت اللہ نے دی ہے۔

یاد رکھو۔ رخصت ایسی بھی اتنی ہی اللہ کی نعمت ہے۔ جتنی عبادات الٰہی اس کی نعمت ہے۔ اور جو جہاں اللہ رخصت دیتا ہے۔ وہاں رخصت کو بھی حاصل کرنا یہی اطاعت ہے۔ کیونکہ انسان بہت کمزور ہے۔ اور وہ یہ نہیں کر سکتا۔ میں رخصت نہیں لیتا۔ میں کر سکتا ہوں تم کیسے کرتے ہو۔ وَلِتُکْمِلُوا العِدَّۃَ وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلیٰ مَا ھَدٰکُم اور جب دن پورے کر چکو تو اللہ کی بڑائی بیان کرو۔ کہ اس نے تمہیں ہدایت نصیب فرمائی۔ کتنا بڑا انعام کیا تم پر۔ اور تمہیں توفیق ارزاں فرمائی اور تمہیں اپنی حضوری اور اپنے پاس ہونے کا مقصود عطا فرمایا۔ اس لئے رمضان المبارک کے خاتمے پر یوم عید ہوتا ہے۔ وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلیٰ مَاھَدٰکُمْ اور اللہ کی بڑائی بیان کرو۔ وَلَعَلَّکُمْ تشکرون اور حاصل رمضان یہ ہے کہ تم اللہ کے شکر گزار بندے بن جاؤ۔ تمہیں سمجھ آ جائے کہ میں بندہ ہوں وہ مالک ہے۔ حکم دینا اس کا کام ہے۔ میرا کام ماننا ہے۔ تسلیم و رضا ہے۔

جب یہ کورس مکمل ہوتا ہے۔ جب رمضان کی توفیق عطا ہوتی ہے۔ ذکر اذکار کی توفیق ہوتی ہے۔ عبادات کی توفیق ہوتی ہے۔ حضور حق کا احساس تازہ ہوتا ہے۔ تو فرمایا میرے حبیب وَاِذَا سَالَکَ عِبَادِی عَنِّي فَاِنِّي قَرِیب اب کوئی بندہ میرا بندہ میرے حبیب آپ (ﷺ) سے پوچھے میرے بارے پوچھے۔ تو اسے کہہ دو فَاِنِّي قَرِیب۔ میں تیرے اسقدر قریب ہوں۔ کہ تو خود اپنے آپ کے اتنے قریب نہیں ہے۔ میں خود تیرے خیالوں سے تیرے علم سے، تیری سوچ سے، تیرے شعور سے زیادہ تیرے قریب ہوں اور ایسا بھی نہیں ہے کہ میں تیری بات نہیں سنتا۔ نہیں مانتا۔ اُجِیبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَان جو بھی دعا کرتا ہے۔ میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں رد نہیں کرتا۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ مومن کی دعا کبھی رد نہیں ہوتی ہمیشہ منظور ہوتی ہے۔ اب یہ بات الگ ہے کہ منظوری کی اصلیت جدا جدا ہے۔ کبھی ہم کوئی ایسی چیز مانگ لیتے ہیں۔ جو ہمارے لئے مضر ہے۔ وہ اپنے کرم سے بدل دیتا ہے۔ اور ہمیں اس کے بدلے وہ چیز دیتا ہے۔ جو مفید ہوتی ہے۔ جیسے بچہ کوئی ضد کر رہا ہے۔ چھری لینے کیلئے۔ اس کی چمک دمک دیکھ کر تو فرمایا اس کو چھری کی بجائے کوئی کھلونا دے دیتے۔ اب وہ نہیں سمجھتا کہ میں چھری سے خود کو زخمی کرلوں گا۔ لیکن جب ماں سے ضد کرتا ہے تو اسے چھری نہیں دیتی۔ اس کی بات ٹالتی نہیں ہے۔ کوئی اور کھلونا دے کے بہلا دیتی ہے۔ بعض اوقات ہم دعا کرتے ہیں۔ کسی کام کیلئے ہمارے حق میں بہتر نہیں ہوتا۔ اس کے بدلے اللہ کریم کوئی دوسرا کر دیتے ہیں۔ بعض اوقات وہی دعا قبول ہو جاتی ہے لیکن اس میں کچھ فرصت کچھ وقت لگتا

**سب سے بڑی کمی جو انسان میں ہے وہ یہ ہے کہ جو اسے مل جاتا ہے اس کی قدر وقیمت بھول جاتا ہے۔**

ہے۔ ہمارے پاس وہ وقت کا میزان نہیں ہوتا۔ ہم کہتے ہیں کہ ابھی ہو جائے۔ یہ اس کی مرضی پر ہوتا ہے۔ تیسرا ایک انداز یہ بھی ہے۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا۔ جن دعاؤں کے بدلے اللہ کریم دنیا میں کچھ دینا نہیں چاہتے یا سمجھتے ہیں کہ اس کے حق میں مفید نہیں ہے۔ وہ دعائیں اس کیلئے سرمایہ آخرت بنا کر جمع کر دی جاتی ہیں

قیامت کو جب اعمال کا وزن ہوگا تو بعض لوگ ایسے ہوں گے جن کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ ان کے سارے اعمال آ گئے۔ ترازو میں فرشتے عرض کریں گے اللہ کریم جو ہمارے علم میں تھے سارے آ گئے تو وہ فرمائے گا اس کے کچھ اعمال میرے پاس بھی ہیں۔ وہ بھی اس کی نیکیوں کے پلڑے میں رکھو۔ حضور فرماتے ہیں کہ وہ دعائیں ہوں گی۔ جنکا بدلہ دنیا میں اسے نہیں دیا جائے گا۔ اور بڑے بڑے مستجاب الدعوات اس وقت حسرت کریں گے کہ کاش ہماری کوئی دعا نہ سنی جاتی۔ اور ساری دعائیں آج ہمارے پلڑے میں ہوتیں۔ اب جس پلڑے میں رب جلیل اپنے حضور سے اس کی دعائیں رکھنے کا حکم دیں گے۔ بھلا وہ پلڑا کیوں بھاری نہ ہوگا۔ اس کی نجات کیلئے تو وہی کافی ہو جائے گا۔ لہذا فرمایا۔ اُجِیبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ہر دعا مانگنے والے کی دعا قبول کرتے ہیں۔ جب بھی وہ دعا کرتا ہے لیکن بات اتنی ہے فَلْیَسْتَجِیبُوا لِي تم بھی میری بات مانو۔ صرف منوانے پر نہ رہو۔ جو صرف اپنی منوانے پہ رہتے ہیں۔ اللہ فرماتے ہیں۔ پھر مجھے بھی ان کی پرواہ نہیں اگر تم اللہ سے جو خالق ہے اپنی بات، اپنی گزارش، منظور کروانا چاہتے ہو۔ جو احکام اس نے دیئے ہیں۔ ان کو بھی مانو۔ یہ تو زیب نہیں دیتا۔ کہ اللہ سے مخلوق کہے کہ جو تو فرماتا ہے۔ وہ میں نہیں مانتا۔ جو میں کہتا ہوں وہ تو میری بات مان کیا یہ زیب دیتا ہے۔ یہ اصول

ہے کوئی۔ تو فرمایا اجابت دعا میں انسانی کردار، اس کی فکر، اس کی سوچ اس کے شعور کا بڑا اثر ہے۔ کہ اللہ کو مانتا ہو۔ اللہ کے احکام پر عمل کرنے کی بھرپور کوشش کرتا ہو۔ اور پھر دعا مانگ کے دیکھے۔ دعا مانگنے کا جو لطف اپنی جگہ وہ ہی سب سے بڑا اجر بن جاتا ہے کہ مشتِ غبار رب جلیل سے اپنی راز و نیاز کر رہا ہو اور اپنی ضرورتیں اور حاجتیں لیکر براہ راست اللہ سے بات کر رہا ہو۔ دعا مانگنے والے کیلئے کیا یہ درجہ کم ہے کہ اسے شرف ہمکلامی بخش رہا ہے لیکن فرمایا فَلیَستَجِیبُوا لِی یہ تو بڑے شرم کی بات ہے کہ میں حکم دوں اور تم نہ مانو۔ اور تم بات کرو۔ اور تم چاہو کہ میں تمہاری بات مانوں کیا یہ بات زیب دیتی ہے فرمایا اس لئے۔ میری بات بھی مانو۔ وَلیُومِنُوا لِی مجھے اللہ مانو۔ جیسا میں ہوں مجھے عام حکمرانوں کی طرح نہ لو کہ کبھی ان کی بات مان لی کبھی سمجھا کہ اب کونسا انہیں پتا ہے جو جی چاہا کر لیا۔ مجھے اللہ مانو اور ایسا مانو جیسا میں ہوں۔ لَعَلَّھُم یَرشُدُون تاکہ تم بہتری کا راستہ نیکی کا راستہ۔ بھلائی کا راستہ، اختیار کر سکو۔

یہ جو حضور حق ہے اللہ کو ایسا مانو جیسا وہ ہے۔ یہ بنیاد بنتا ہے زندگی کی تمام بھلائیوں کو پانے کا انسانی مشین بھی عجیب ہے اور انسان کا مزاج بھی عجیب ہے۔ ایک سب سے بڑی کمی جو انسان میں ہے وہ یہ ہے کہ جو اسے مل جاتا ہے اس کی قدر و قیمت بھول جاتا ہے اور اس سے آگے کی تلاش میں دیوانہ ہو جاتا ہے اگر کسی کو گاؤں کی نمبرداری ملتی ہے۔ تو علاقے کی سرپرستی کیلئے دوڑ رہا ہوتا ہے۔ جب علاقے کی چودہراہٹ ملتی ہے تو صوبائی اسمبلی کیلئے بھاگ دوڑ ہوتی ہے۔ جب صوبے کی ملتی ہے تو مرکز کیلئے، اور مرکز کی مل جائے تو پھر کلی حکومت کیلئے بھاگتا ہے۔ کسی کے پاس ایک گاڑی ہے تو وہ

**میں ڈرتا اس بات سے ہوں کہ میں خود شیطان نہ بن جاؤں اس کا واحد اور فقط ایک علاج ہے کہ بندہ ہر وقت اللہ کو اپنے روبرو پائے**

اس سے اچھی گاڑی خریدنے کی فکر کرتا ہے۔ اس میں وقت لگا رہا ہوتا ہے۔ ایک قسم کے کپڑے ہیں۔ تو اس سے اچھے کی فکر کرتا ہے۔ اچھی بات ہے آگے سے آگے جانا چاہئے۔ جائز وسائل سے جائز طریقے سے لیکن جو پاس ہے اس کا شکر بھی ادا کرنا چاہئے۔ اسے بھولنا نہیں چاہئے۔ یہی حال انسان کا دین، عقیدے اور کردار کے معاملے میں ہے۔ جب اسے دین کے معاملے میں کوئی خبر نہیں ہوتی تو بڑی اس میں جستجو ہوتی ہے۔ اور جب یہ سارا سیکھ لیتا ہے تو اس وقت بے پروا ہو جاتا ہے۔ عمل کی کوشش نہیں کرتا۔

جب اسے اللہ اللہ نہیں آتی ہوتی۔ تو محبت قلبی اس کے پاس نہیں ہوتی۔ تو اس میں بڑی طلب ہوتی ہے۔ کہ کوئی اللہ کا بندہ مل جاتا میرا سینہ بھی صاف ہو جاتا۔ میرا دل بھی روشن ہو جاتا۔ لیکن جب اللہ کوئی بندہ وہاں پہنچا دیتا ہے ہے اور دل روشن ہو جاتے ہیں تو پھر کونسی عام سی بات ہے۔ ہو گئے تو کیا ہوا۔ اور یہ حکایت نہیں یہ واقعہ ہے۔ یہ تجربہ ہے جس سے ہم گزرے ہیں۔ گزر رہے ہیں۔ اور جسے ہم روزمرہ دیکھتے ہیں۔ دیکھ رہے ہیں۔

مولوی ایک شاگرد کو پڑھاتا رہتا ہے۔ اور جب وہ خود مولوی بنتا ہے تو پھر وہ خود سوچنا شروع کر دیتا ہے کہ اس استاد کو اس مدرسے سے کیسے نکالوں مسجد سے کیسے نکالوں، پھر میں کیسے قبضہ کروں۔ کوئی بڑا شریف ہو۔ تو وہ یہ نہیں کرتا لیکن اس کے مقابلے میں چندہ برائے مسجد کا بورڈ لگا کر ضرور بیٹھ جاتا ہے۔ اور پھر اس سے نمازی ضروری بانٹ لیتا ہے۔ یا اس کے مسجد میں یا اس کے ذرائع ضرور بانٹتا ہے۔ اس میں ایک بات تو ہے کہ علوم ظاہری سے کیفیات پیدا نہیں ہوتیں اس لئے ایسا ہو جانا کوئی عجیب بات نہیں۔ لیکن جسے علوم باطنی سے سیراب کیا جائے۔ اور جس کے سینے کو اس دولت منور کیا جائے۔ جو وہ برس ہا برس اور شب و روز کی محنت سے حاصل ہوئی۔ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مراقبات کی ایک

کیفیت تھی پھر میں نے عرض کی کہ حضرت میں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ تین دن سے مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہیں مجھے غلطی تو نہیں لگ رہی۔ فرمانے لگے عجیب بات ہے۔ مجھے تو یہ چالیس برس کی محنت شاقہ کے بعد نصیب ہوئی اور جس دن مجھے نصیب ہوئی اس دن تم نے بھی پالی اور تم نے مفت پالی۔ یہ تو وہ کیفیت ہے جس کیلئے میں نے چالیس برس شب و روز محنت کی اب ایک شخص کی زندگی لگ گئی ہے۔ کیفیت کو پانے میں دوسرے کے قلب کو نسبت تھی اس کے قلب کے ساتھ۔ اس کے قلب میں آئی۔ تو اس کے قلب میں بھی از خود آ گئی۔ اب یہ سوچنا شروع کر دے کہ میں اس کی ذات کو درمیان سے گرادوں اور ہٹادوں تو کیا یہ شکر گزاری ہوگی۔ یا ناشکری۔

یاد رکھیں۔ دریا نہیں رُکتے۔ وہ سوتے سوکھ جاتے ہیں جو ان دریاؤں سے پھوٹتے ہیں لہذا جو حاصل کرنے والا ہے اسے یہ احساس ہونا چاہئے۔ جو نعمتیں جو کیفیات، جو انوارات جو برکات مجھے مل رہے ہیں۔ اس کیلئے کسی کی عمر لگی ہے۔ مسلسل شب و روز کسی کی محنت شاقہ لگ رہی ہے۔ تب مجھ تک پہنچ رہی ہے۔

ہم یہاں کبھی لائیٹ جلاتے ہیں۔ اور کبھی بجھا بھی دیتے ہیں لیکن پاور ہاؤس سے کبھی بند نہیں ہوتی۔ اس کیلئے رات دن کی تمیز نہیں ہوتی اسے رات دن چلنا پڑتا ہے۔ حاصل کرنے والے غافل ہی ہو جاتے ہیں۔ لیکن بانٹنے والا رات دن چوبیس گھنٹے کا ہر لمحہ اپنے کام پر اس کا قلب، اس کا وجود اس کی کیفیات لگی رہتی ہیں وہ چکی کی طرح پستا رہتا ہے۔ چلتا رہتا ہے اور بھلا کیفیات قلبی بھی چھینی جاسکتی ہیں۔ لیکن انسان چونکہ ناشکرا ہے۔

بنیادی طور پر جب اسے نعمت الٰہی ملتی ہے۔ تو عظمت الٰہی کو بھول کر خود بڑا بننے کی فکر میں پڑ جاتا ہے۔ چاہتا ہے کہ لوگ میرے ہاتھ چومیں۔ لوگ میرے گھٹنوں کو ہاتھ لگائیں۔ لوگ میرے سامنے گڑ گڑائیں۔ مودب ہو کر بیٹھیں۔ بھئی آپ کو تو بندہ بنانے کیلئے محنت کی گئی تھی۔ خدا بنانے کیلئے تو نہیں۔ ساری عبادات، سارے مجاہدے، مشائخ کی ساری توجہ ذکر اذکار کی ساری برکات ہمیں بندہ بنانے کیلئے ہمیں خدا بنانے کیلئے نہیں۔ اور اگر ان نعمتوں پر ہمیں اکڑ کر خدا بننا ہے۔ تو یہی تو شیطنت ہے۔ یہی تو اس ساتھی نے لکھا ہے۔ کہ ڈرتا اس بات سے ہوں کہ کہیں میں خود شیطان نہ بن جاؤں اور اپنی عبادت، اور اپنے مجاہدے اور ان کیفیات پر اکڑ کر خود اپنی بڑائی میں مبتلا نہ ہو جاؤں۔ اور اس کا واحد اور فقط ایک علاج ہے۔ کہ بندہ ہر وقت اللہ کو اپنے روبرو پائے۔

حضورِ حق کو یاد رکھے۔ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيتَ کسی وقت دینوی امور میں مصروف ہوتا ہے اور یہ عظمت الٰہی اور جلالتِ باری ذہن سے اتر جاتی ہے۔ تو فوراً جب یاد آئے۔ تو پھر سنبھل جائے کہ میں اللہ کے حضور ہوں۔ اللہ کے روبرو ہوں۔

پھر معاملہ درست رہے گا۔ اور رمضان المبارک ایک کورس ہے۔ اسی حضورِ حق کو پانے کیلئے اور اس کی برکات کا اندازہ نہیں ہوسکتا۔ اور اگر اس میں ہم تبدیل نہیں ہوتے۔ تو پھر کوئی کمی مجھ میں تھی جو یا دتم کو نہ آسکا۔ تو پھر ہمیں سوچنا پڑے گا۔ کہیں کوئی Missing Link ہے۔ مجھ میں کونسی ایسی خامی ہے۔ مجھ میں کونسی ایسی کمزوری ہے۔ کہ رمضان المبارک کا مبارک مہینہ بھی مجھ میں کوئی تبدیلی نہیں لا سکا۔ تو بلا کیا ہے۔ مصیبت کیا ہے۔ کیا خطا کہاں ہے۔

اللہ کریم تمام احباب کی محنت قبول فرمائے۔ سب کو راہ حق پہ استقامت دے۔ عالم اسلام کو سربلند رکھے۔ کفر کی سازشوں سے بچائے۔ اور ہمارے ارباب اقتدار کو ہدایت دے اور انہیں اسلام کا محافظ بنائے (آمین) اور ارباب اقتدار کو بھی یہ جان لینا چاہئے۔ کہ عظمت صرف اللہ کیلئے ہے۔ کسی کو کچھ ملا ہے تو یہ اس کی آزمائش ہے۔ اور یاد رکھیں ظلم جب حد سے بڑھتا ہے۔ تو پھر مٹ جاتا ہے۔

خون پھر خون ہے بہتا ہے تو جم جاتا ہے
اور ظلم پھر ظلم ہے بڑھتا ہے تو مٹ جاتا ہے

اسلامی ریاست کے نام پر جو مظالم غریب مسلمانوں پر اور اس ملک کے باسیوں پر روا رکھے گئے اللہ کرے کہ اب وہ ختم ہو جائیں اور عدل کی صبح طلوع ہو۔ ہر فرد تک انصاف پہنچے اور اس کے حقوق پہنچیں۔ آمین

www.naqshbandiaowaisiah.com

# کولڈ ڈرنکس یا زہر؟

تحریر۔ ڈاکٹر انعام اللہ

مشروبات کی کسی بوتل میں اگر اکھڑا ہوا دانت یا ناخن ڈال دیا جائے تو وہ دو دن میں گل کر دو ہفتے کے اندر حل ہو جائے گا۔ جبکہ یہی دانت، ہڈیاں اور ناخن انسان کے مرنے کے بعد ہزار ہا سال تک محفوظ حالت میں مل سکتے ہیں۔ صحت کے لئے حد درجہ خطرناک ہونے کے باوجود کیا وجہ ہے کہ بچے دیوانہ وار ان مشروبات کا مطالبہ کرتے ہیں۔

ان کمپنیوں کا کہنا ہے کہ ہم اپنا آدھا منافع اس بات پر خرچ کرتے ہیں کہ عوام کوئی مشروب مانگنے کے بجائے ہمارے پروڈکٹ کا نام لے کر مشروب طلب کریں۔ ظاہر ہے اس اشتہار بازی کا خرچ استعمال کرنے والے ہی کی جیب سے پورا کیا جاتا ہے۔

## مشروب کیا ہیں:

۱۔ کاربن ڈائی آکسائیڈ ($CO_2$)

قدرت اس زہریلی گیس کو جو خون کے ایک فضلے کی مانند ہے سانس کے ذریعے پھیپھڑوں سے باہر نکالتی ہے لیکن پیپسی اور کوکا کولا مشروب کیلئے پانی میں اس گیس کو گزار کر جذب کیا جاتا ہے جسے ہم منہ کے ذریعے اپنے معدے میں اتار دیتے ہیں۔ اس گیس کو پانی میں گزارنے کے عمل سے کاربانک بنتا ہے اور ان مشروبات کی تیزابیت کا درجہ 3.4 ہوتا ہے یعنی انسانی جسم کی تیزابیت سے تین یا چار درجے تیز۔ اس درجے کی تیزابیت ہڈیوں اور دانتوں کو گھول کر رکھ دیتی ہے۔ انسانی ہڈیاں ۳۰ سال کے بعد بننا بند ہو جاتی ہیں یعنی انسانی ڈھانچہ زوال پذیر ہو جاتا ہے۔ ایسی عمر میں یہ مشروبات حد درجہ خطرناک ہیں۔ ان مشروبات کے حد درجہ ٹھنڈا ہونے کی وجہ سے ہمارے جسمانی نظام اور معدے پر دو چند بوجھ بڑھ جاتا ہے۔ ایک تیزابیت کی وجہ سے اور دوسرا مشروب کے درجہ حرارت کی وجہ سے ۳۷ ڈگری سینٹی گریڈ۔ اس فرق کو مٹانے کیلئے معدے کو فاضل کام کرنا پڑتا ہے۔ کھانے کے دوران میں ان مشروبات کے استعمال سے ہاضمے کے مددگار کیمیائی مادے

(Digestive Enzymes)

تحلیل ہو کر معدے پر مزید بوجھ ڈال دیتے ہیں جس کی وجہ سے معدہ جلد ہی جواب دے جاتا ہے۔ انہی وجوہات کی بناء پر معدے میں گیسیں اور دیگر زہریلے مادے بنتے ہیں۔ جو انتڑیوں میں جذب ہو کر جسم کو وقت سے پہلے بوڑھا کر دیتے ہیں۔

۲۔ فاسفورک ایسڈ

(Phosphoric Acid)

یہ تیزابی مادہ ہمارے جسم کی ہڈیوں اور دانتوں سے کیلشیم کے مادے کا اخراج کرتا ہے مسلسل استعمال سے ہڈیوں کی شکست و ریخت ہونے کی وجہ سے ہڈیوں کا درد کمر کا درد اور بعض اوقات معمولی چوٹ سے ہڈیوں کا ٹوٹ جانا عام علامات ہیں۔ اس بیماری کو Osteoporosis یعنی ہڈیوں کی کمزوری کہا جاتا ہے۔

۳۔ کیفین (Caffiene)

یہ اعصابی نظام کو تحریک دینے والی نشہ آور دوا ہے جس کے استعمال سے آدمی وقتی طور پر بیدار، تازہ دم اور خوشی محسوس کر سکتا ہے۔ پانچ چھ گھنٹے میں اس کا اثر ختم ہونے پر کمزوری، سستی، اضمحلال اور بوریت محسوس کرتا ہے۔

کیفین کے زیادہ استعمال سے ہیجان، بے چینی، رعشہ، دل کی تیز دھڑکن کے ساتھ دل کی چال کی یکسانیت (Rhythm) میں تبدیلی آ سکتی ہے۔ سر درد کے ساتھ دردوں تک کی نوبت آ سکتی ہے۔ کیفین کی مقدار عام بوتل میں 35 سے 50 ملی گرام تک جبکہ ڈیڑھ لیٹر کی بوتل

www.naqshbandiaowaisiah.com


میں 200 ملی گرام تک موجود ہوتی ہے۔

۴۔ سوڈیم بنزوئیٹ (Sodium Benzoate)

یہ مشہور انٹی فریز کیمیکل ہے جو گاڑیوں میں پانی کو جمنے سے بچانے کیلئے ڈالا جاتا ہے۔ یہ سنکھیا سے ملتا جلتا آہستہ عمل کرنے والا زہر ہے۔ ایک گھنٹے میں چار لیٹر کولا مشروبات پینے کے نتیجے میں موت واقع ہوسکتی ہے جبکہ دو ڈھائی لیٹر پینے سے بے ہوشی طاری ہوسکتی ہے۔

۶۔ رنگدار مادے (Food Colours)

سرخ امانتھ (Amaranth) اور براؤن بورڈیکسن (Bordeau) قابل ذکر ہیں جو تحقیقات کے مطابق کینسر کا باعث بنتے ہیں اور انسانی صحت کیلئے مضر اثرات رکھتے ہیں۔

**مشروبات کے عمومی نقصانات:**

۱۔ ذہنی صحت پر اثر سے بے چینی، ہیجان اور اڑیل پن پیدا کر کے بچے کو ضدی بنا ڈالتے ہیں۔ ماں باپ کو تنگ کرنا اور آپس میں مار کٹائی کا رجحان زیادہ ہو جاتا ہے اور ذہانت میں کمی آ جاتی ہے۔

۲۔ بچوں کی جسمانی صحت پر اثر کر کے پہلی صورت میں بظاہر موٹا بچہ لیکن اندرونی طور پر کمزور اور سست جبکہ دوسری صورت میں بھوک کے مارے جانے سے پیلی رنگت کا لاغر بچہ جس کی آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے اور چہرے پر مردنی ہوگی۔

۳۔ ان مشروبات کا کثرت سے استعمال جگر کے امراض (Liver Cinhosis) کا باعث بنتا ہے جو اس مرض کی الکحل مشروبات کے بعد دوسری بڑی وجہ ہے۔

۴۔ لمبے عرصے تک استعمال سے معدے کی جھلی کو نقصان، ہائی بلڈ پریشر اور شوگر کی بیماری میں زیادتی ہو جاتی ہے۔ شوگر کے مریضوں کیلئے ڈائیٹ کولا بھی درجہ مضر اثرات رکھتا ہے۔

۵۔ زیادہ استعمال سے ذہنی دباؤ، سر درد، خصوصاً درد شقیقہ (جس میں اسے نسبتاً بند کیا جاتا ہے) رویہ میں تبدیلی اور ذہنی صلاحیت میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔

۶۔ حاملہ عورت میں ان مشروبات کا استعمال بچے کی جسمانی بناوٹ میں خرابی کے علاوہ معذور بچوں کی پیدائش کا سبب بن سکتا ہے جس کی شرح ہمارے معاشرے میں بڑھ رہی ہے۔

۸۔ امریکی اور یورپی ڈاکٹروں کی رائے میں ان ممالک میں مندرجہ بالا بیماریوں کا سبب کوکا کولا مشروبات کو گردانا گیا ہے۔ انہوں نے اپنے عوام پر زور دیا ہے کہ اپنے کھانے پینے کی عادات کو نہ بدلنے کی صورت میں اگلے بیس سال میں بھیانک نتائج کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔

## 1۔ متبادل صحت مند مشروبات

دودھ کے مشروبات سادہ یا ذائقہ دار مثلاً الائچی اور بادام پستے کی کترن کے ساتھ کے مشروبات، ادرک اور شہد کے ساتھ، کھجور کے مرکب کے ساتھ، ملک شیک (آم، کیلا، سیب کا لسی سادہ یا ذائقہ دار، خشخاش بادام کے ساتھ۔

## ۲۔ ٹھنڈے پانی کے مشروبات

سکنجبین، گڑ، لیموں اور نمک کے ساتھ، آلو بخارے اور املی کا شربت، تخم بالنگو اور گوند کتیرا، دیگر مشروبات مثلاً شربت الائچی، شربت بزوری وغیرہ۔

## ۳۔ تازہ جوسز

مثلاً گاجر کا جوس، سیب اور گاجر مکس جوس، انار، آم کا شربت۔

## ۴۔ سبز قہوہ

الائچی، ادرک، لیموں اور سونف کے ساتھ خصوصاً سردیوں میں استعمال مزاج کے مطابق کیا جاتا ہے کالی چائے کی نسبت یہ ہاضمے اور صحت کیلئے انتہائی مفید ہے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

# من الظلمٰت الی النور

غلام عباس...... ضلع حافظ آباد

میرا نام غلام عباس ہے۔ میں ونیکے تارڑ ضلع حافظ آباد کا رہنے والا ہوں۔ بچپن سے نماز، روزے کا بہت شوق تھا۔

ان فرائض کی باقاعدہ ادائیگی کے باوجود ایک خالص اور نکھری نکھری سی کھری کھری سی زندگی اور شب وروز نصیب نہیں تھے۔ عبادات کے ساتھ ساتھ گناہ بھی سرزد ہو جاتے تھے۔ 1971ء میں میں پانچویں جماعت کا طالب علم تھا جب سے میں نے نماز روزہ الحمدللہ شروع کیا۔ پھر آہستہ آہستہ بلوغت کی منازل طے کرتے گئے اور باقاعدگی سے زندگی کے نشیب وفراز کو سمجھنے کے قابل ہو گئے۔ 1971ء سے لے کر 1991ء تک کا عرصہ بڑے عام سے انداز میں گزرا لیکن مجھ میں ایک جستجو تھی کہ اولیا اللہ کرام کیا ہوتے ہیں اور یہ اپنی منازل کیسے طے کرتے ہیں ان کو یہ بزرگی کیسے ملتی ہے۔ میں کئی اللہ والوں کے پاس حاضر ہوا لیکن دلی تسکین نصیب نہیں تھی۔ جب گورنمنٹ کالج آف ٹیکنالوجی میں داخلہ لیا۔ ہمارے استاد اظہر سلیم ہمیں اکثر تبلیغی جماعت کے اجتماعات میں لے جاتے۔ لیکن جب واپس آتے تو آہستہ آہستہ وہ اثرات ختم ہو جاتے۔ ڈپلومہ کر کے فارغ ہوئے تو منگلا کینٹ میں پہلی تعیناتی بطور سب انجینئر کے ہوئی 1982ء میں گوجرانوالہ کینٹ پوسٹنگ ہو گئی۔ وہاں صوفی فاروق حسین قادری صاحب سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے مجھے لطیفہ قلب کا سبق دیا اور بتایا کہ ذکر خفی سانس کے ذریعے کرنا ہے باقی لطائف کا شاید ان کو خود بھی پتہ نہیں تھا۔ اس سارے دورانیے میں گانے سننا اور سینما میں جا کر فلم دیکھنا میرے معمول میں شامل رہا۔

1989ء میں گوجرانوالہ کو خیر باد کہا اور حیدر آباد پوسٹنگ ہو گئی یہاں بھی شروع شروع میں میں فاروق حسین قادری صاحب کا بتایا ہوا ذکر کرتا رہا۔ لیکن ابھی وہ تسکین اور وہ سکون قلب جس کا میں متلاشی تھا نصیب نہیں تھا۔

ایک دن میں بیٹھا ہوا تھا مجھے خیال آیا کہ کیوں نہ اللہ رب العزت سے خصوصی مدد مانگی جائے وہ ذات کریم ہے اس کے در اقدس پہ پھیلی ہوئی جھولی کبھی خالی نہیں رہتی۔ میں اپنے پاک مالک کے حضور یوں بدست دعا ہوا کہ ''اے مالک کون ومکاں تیرے حضور کس چیز کی کمی ہے، اتنے اتنے کامل اور برگزیدہ بندے تو نے پیدا فرمائے ہیں کیا میرے لئے کوئی بھی نہیں رہا۔ اے اللہ حضور ﷺ کے طفیل مجھے بھی کسی اپنے کامل بندے کے در پہ پہنچا دے۔ شاید قبولیت کی گھڑیاں آن پہنچی تھیں۔ اس دعا کے چند دن بعد میں نے خواب دیکھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ میں ایک دستر خوان پر بیٹھا ہوا ہوں سامنے میز پر کچھ حلال اور کچھ حرام جانور روسٹ کر کے میرے کھانے کیلئے رکھے گئے ہیں اور میں کرسی پر بیٹھا ہوں۔ میں نے ان چیزوں سے جو بھنی ہوئی میز پہ پڑی تھیں یوں کہا کہ اللہ رب العزت کے حکم سے میں تمہیں کہتا ہوں کہ یہاں سے اٹھ کے چلی جاؤ۔ وہ نہیں گئیں دوبارہ پھر میں نے وہی الفاظ دہرائے لیکن وہ نہیں گئیں تیسری دفعہ جب میں نے وہ الفاظ دہرائے تو وہ تمام جانور زندہ ہو کر وہاں سے چلے گئے ان میں سے ایک سانپ تھا جو کہ وہاں سے اٹھا اور میرے بستر کے نیچے یہ کہتا ہوا چلا گیا کہ چلو ابھی نہیں تو پھر کبھی سہی۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ میں بڑا حیران اور پریشان ہوا لیکن میرے دل میں خیال آیا کہ میری کی ہوئی دعا الحمدللہ رنگ لانے والی ہے۔ میں نے فوری طور پر اس خواب کو کسی سے بیان نہیں کیا۔ اس خواب کے چند دنوں بعد یا چند ہفتوں بعد اتفاقیہ میری ملاقات اس وقت کے کیپٹن اور موجودہ میجر محمد اصغر صاحب ''گجرات والے'' سے ہوئی۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم ایک ہی مسجد میں ادھر اکٹھی ہی نماز پڑھتے ہیں اور میں کافی عرصے سے دیکھ رہا ہوں کہ آپ نماز میں باقاعدہ ہیں اور باجماعت نماز پڑھتے ہیں، آئیں آج آپ کو میں ایک اور چیز سے متعارف کرواتا ہوں۔ انہوں نے مجھے اپنے گھر کا پتہ بتایا اور اگلے دن نماز

www.naqshbandiaowaisiah.com



عصر کے بعد مجھے آنے کی دعوت دی یہ 1991 اپریل کے مہینے کی بات ہے اور اس مہینے میں روزے چل رہے تھے۔

اگلے دن عصر کی نماز کے بعد میں ان کے گھر پہنچا۔ انہوں نے سلسلے کا تعارف کروایا لطائف بتائے اور اپنے ساتھ بٹھا کر لطیفہ قلب پر توجہ دی۔ ذکر شروع ہوا۔ الحمد للہ مجھے اللہ رب العزت نے اتنے زور سے ذکر خفی کرنے کی توفیق دی کہ محمد اصغر صاحب پوچھنے لگے کہ پہلے آپ کہیں ذکر کرتے رہے ہیں۔ بہر حال ذکر پاک کی محافل میں باقاعدگی سے میں شمولیت کرتا رہا اس وقت وہ لوگ حیدر آباد ڈیفنس والی مسجد میں ذکر کرتے تھے۔ جناب اصغر صاحب نے مجھے المرشد حضرت جی نمبر 1 پڑھنے کیلئے دیا۔ اس کو میں نے غور سے پڑھا اور میرے شوق کی انتہا نہ رہی کہ اس ہستی سے میں ملوں ان کی زیارت کروں کہ اس گئے گزرے دور میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں۔ یہاں تک کہ بعض اوقات میں اللہ کریم سے دعا کرتا کہ یا اللہ پاک جولائی والا اجتماع شروع ہونے سے قبل مجھے موت نہ دینا مجھے وہاں جانے کی توفیق دینا۔ بہر حال انتہائی انتظار کے بعد جولائی کا متبرک مہینہ آیا اجتماع شروع ہوا اور میں اپنی پوری عقیدتوں اور محبتوں کے ساتھ منارہ المقدسہ پہنچا۔ یہاں دار العرفان میں آ کے سامان رکھا۔ یہاں کی روٹین دیکھی حضرت جیؒ کی صحبت نصیب ہوئی میں اتنا متاثر ہوا کہ فوری طور پر ظاہری بیعت کر لی۔ اس کے بعد میں واپس چلا گیا اور ذکر پاک کرتا رہا مشائخ عظام کی بہت توجہ نصیب ہوئی۔ ظاہری بیعت کے بعد جناب حافظ غلام جیلانی صاحب نے مراقبات ثلاثہ کروا دیئے لیکن شرط رکھی کہ پہلے داڑھی کی نیت کرو مجھے اتنا شوق تھا کہ ذرا بھی جھجکا نہیں اللہ تعالیٰ کی ذات نے استقامت نصیب فرمائی اور میں نے فوری طور پر داڑھی کی نیت کر لی۔ الحمد للہ اس کے بعد پھر واپس جب گئے تو ستمبر 1991ء میں ایک دن جناب میجر (ر) محمد رشید صاحب (مرحوم) ذکر پاک کروا رہے تھے تو انہوں نے مجھے مسجد نبوی تک کے مراقبات کروا دیئے۔ بعد میں میں نے پوچھا تو فرمانے لگے کہ جب میں روضۂ اطہر اور مسجد نبویؐ شریف میں گیا تو آپ کی لوح میرے ساتھ ساتھ بھاگ رہی تھی تو میں نے یہی مناسب سمجھا کہ آپ کو بارگاہ نبویؐ میں پیش کر دیا جائے۔ انہوں نے فرمایا کہ جب میں نے تمہیں بارگاہِ نبویؐ میں پیش کیا تو نبی کریمؐ نے تجھے اپنی گود مبارک میں اٹھا لیا اور بہت پیار فرمایا۔ یہ سننے کے بعد اور زیادہ طوفانِ محبت میں اضافہ ہوا۔ اور زیادہ محنت سے ذکر اذکار کرنے لگا۔ اور الحمد للہ تہجد بھی ریگولر ہو چکی تھی۔ اس کے بعد اگلے سال 1992ء کے سالانہ اجتماع کے موقع پر کائنات کے اس حقیر ترین ذرے کو اس عظیم الشان اور عالی مرتبت بارگاہ میں روحانی بیعت کیلئے پیش کرنے کیلئے چن لیا گیا۔ اس انتہائی حقیر ترین ذرے کیلئے یہ خبر اتنی اہم اور اتنی خوشکن تھی کہ مجھ پر سکتا سا طاری ہو گیا۔ میں اتنا خوش تھا کہ شاید اس دن کوئی بھی بندہ میری خوشی کا اندازہ لگانے سے قاصر تھا۔ 13 اور 14 اگست جمعرات اور جمعہ کی درمیانی شب مغرب کے ذکر کے بعد حضرت جیؒ "اللہ رب العزت ان کے بے حساب درجات بلند فرمائے اور میرے پیارے شیخ المکرم کو دنیا میں بھی اور آخرت میں بے انتہا عزت عطا فرمائے" نے اس ناچیز ترین انسان کو کائنات کی افضل ترین ہستی کی پاک بارگاہ میں روحانی بیعت کیلئے پیش کیا اور بیعت الحمد للہ صد الحمد للہ کروائی۔ میرے لئے وہ لمحات اتنے عظیم تھے کہ میں نے کبھی ان کا تصور بھی نہیں کیا تھا کہ میرے جیسا حقیر انسان اتنی بڑی نعمت پالے گا۔ اور خدائے ذوالجلال کی قسم کھا کے کہتا ہوں کہ اس کے بعد اگر اللہ رب العزت اور کچھ بھی عطا نہ فرمائے تو یہ چیز میرے لئے دنیا اور آخرت دونوں کیلئے الحمد للہ کافی ہے اور یہ میرا الحمد للہ یقین کامل ہے۔

اس کے بعد 1993ء میں رمضان شریف میں اعتکاف کیلئے آئے تو حضرت مولانا عبد اللہ صاحب کوہاٹ والوں نے فنا بقا کے مراقبات کروائے الحمد للہ صد الحمد للہ اس کے بعد 1994ء میں رمضان شریف میں پھر اعتکاف کیلئے آئے تو اللہ رب العزت نے نعلینِ پاک کا صدقہ سالک المجذوبی کی منازل عطا فرما دیں۔ الحمد للہ صد الحمد للہ۔

اپریل 1991ء سے لے کر 1994ء تک میری یہ پوزیشن ہو گئی تھی کہ وہ دل جو موسیقی کا دلدادہ تھا جس کو سکون سینما میں جا کر ملتا تھا وہ ہر دھڑکن پہ اللہ اللہ پکارنے لگا دل میں بڑی نرمی آ گئی، میں کوئی دینی بات کرنے لگتا تو قلب پر رقت طاری ہو جاتی اور آواز بھرا جاتی نمازیں جو محض اٹھک بیٹھک تھیں ان میں جان آ گئی۔ نیکی

www.naqshbandiaowaisiah.com



لی بھوک لگنے لگی۔ گناہوں سے آہستہ آہستہ نفرت ہونے لگی۔ اجلی اجلی سی، صاف شفاف سی زندگی نصیب ہونے لگی، اتنی بڑی تبدیلی کی مجھے ایک دم توقع نہیں تھی، جو کہ پیدا ہوگئی اس لئے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کا جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہے۔ یہ میرے آقا و مولا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا بہت بڑا مجھ پر احسان ہے۔ اس کیلئے قدم قدم پر ہاتھ اپنے محبوب شیخ کیلئے دعا کیلئے اٹھ جاتے ہیں کہ اے اللہ تو ان پر اپنے کرم اور مہربانیوں کی انتہا کر دے۔

اس کے ساتھ ساتھ لوگوں کو دعوت دینے کی توفیق اللہ نے عطا کی۔ میں نے روحانی بیعت ہونے کے بعد الحمد للہ ذکر کروانا شروع کیا جو الحمد للہ آج تک جاری ہے۔ 1994ء کے بعد ہر سال اجتماع پہ آنا نصیب رہا کئی دفعہ اعتکاف کی توفیق بھی نصیب ہوئی۔

اسی دوران تنظیم الاخوان کی بنیاد رکھی گئی۔ اس میں بھی امیر تنظیم حضرت شیخ المکرم مدظلہ کے فرامین مقدسہ لوگوں تک پہنچائے، کوشش جاری ہے اور الحمد للہ اس ذکر پاک نے دل میں قربانی کے جذبے کو بہت اجاگر کیا اسی سلسلے میں جب حضرت جی نے نفاذِ اسلام کیلئے اسلام آباد کیلئے کال دی تو رب العزت نے یہاں بھی آنے کی توفیق بخشی الحمد للہ نفاذِ اسلام کیمپنگ کے دوران دسمبر 2000ء میں ناچیز کو عرشی منازل ہوئیں الحمد للہ۔

1997ء میں حیدر آباد سے میری پوسٹنگ F.W.O میں ہوئی۔ اور مجھے پٹن کوہستان میں تعینات کیا گیا۔ یہاں بھی الحمد للہ ذکر پاک جاری رہا اور ساتھیوں کو دعوتِ ذکر بھی دیتے رہے ایک حلقۂ ذکر قائم رہا چند ایک ساتھی ظاہری بیعت بھی ہو گئے۔ یہاں سے میری ڈیوٹی ناران، کاغان اور بھڑوائی میں لگی جو کہ تقریباً 14000 فٹ کی بلندی پر ہے وہاں بھی الحمد للہ ذکر پاک کا حلقہ جاری رہا۔ F.W.O سے ابھی میری پوسٹنگ واپس ائیر فورس میں ہوگئی ہے میں چندر ائیر بیس حافظ آباد میں تعینات ہوں۔ یہاں بھی الحمد للہ ذکر پاک جاری ہے۔ دعوتِ ذکر و فکر بھی جاری و ساری ہے اس سارے سفر میں جو کہ میں نے بیان کیا جو کچھ برکات مجھے نصیب ہو گئیں میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ میرے جیسے حقیر سے شخص کو اتنا کچھ نصیب ہو سکتا ہے۔ اس ذکر پاک نے میری زندگی کے دھارے کو پلٹ کے رکھ دیا۔ زندگی کے معمولات سو فیصد بدل گئے۔ رات کی تاریکیوں کی خواب غفلت کی جگہ تہجد اور شب بیداریوں نے لے لی۔ موسیقی کی جگہ تلاوتِ قرآن پاک اور مشائخ عظام کے بیانات نے لے لی۔ قلب جو کہ بے سکونی کا مرکز تھا۔ اس کو قرار نصیب ہوا اس کی ایک ایک دھڑکن اللہ رب العزت کے نام سے آشنا ہوئی اور اللہ اللہ کی تکرار میں لگ گئی۔ اب جس ماحول میں میں رہتا ہوں اس میں ذکر پاک کا یہ اثر ہے کہ اپنے حلقۂ احباب کے لوگ جن کو ذکر کی دعوت دیں وہ اس میں دلچسپی لیتے ہیں۔ جہاں جا کے بیٹھتا ہوں اگر موسیقی سن رہے ہوں یا کوئی لغو گانے لگے ہوئے ہوں تو اس کو فوراً بند کر دیتے ہیں ذکر پاک کی وجہ سے وہ لوگ یہ کام کرتے ہیں۔ ورنہ ہم کس باغ کی مولی ہیں۔

اسی ذکر پاک سے آہستہ آہستہ ملکی ماحول بھی بدل رہا ہے۔ لوگوں میں سوچ و بچار پیدا ہو رہا ہے کہ ہم کیوں مٹ رہے ہیں۔ ہمیں کیا کرنا چاہئے تھا اور ہم لوگ کیا کر رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں یہ سب حضرت شیخ المکرم کی محنت کی نتیجہ ہے۔ یہ بوٹا حضرت جیؒ نے لگایا تھا جس کا ثمر ہم لوگ کھا رہے ہیں اللہ تعالیٰ حضرت جیؒ پہ کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اور ان کے درجات عالیہ میں بے انتہا اضافہ فرمائے۔ (آمین)

انشاء اللہ عنقریب وہ دن آئیگا جب حضرت جیؒ اور ان کے ساتھیوں کی کوششوں سے نہ صرف اس ملک میں بلکہ پوری دنیا میں اسلام کا نفاذ ممکن ہو سکے گا اور یہ پوری کائنات پھر سے امن آشنا ہو جائے گی۔ پھر وہی قرون اولیٰ والی محبتیں بٹیں گی ہر طرف سے اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہوں گی۔ آخر میں میں بارگاہ ایزدی میں بدست دعا ہوں کہ اے اللہ تو بے نیاز ہے سب کا مالک ہے دلوں کے بھید بہتر جانتا ہے۔ ہم سب کو خلوص دل سے نفاذ اسلام کیلئے تن من دھن قربان کرنے کی توفیق نصیب فرما اور اس راستے میں ہمارے پیارے حضرت جیؒ کو استقامت نصیب فرما کسی بھی موقع پہ ان کے پایۂ استقامت میں لغزش نہ آنے پائے۔ اے اللہ تو ہمارے پیارے شیخ کو ہر قسم کے شیطانی وساوس سے اپنی پناہ میں رکھ، ہر نظر بد سے ان کو اپنی امان میں رکھ، ان کے درجات بلند فرما اور ان پہ اپنے کرم کی انتہا کر دے۔ (آمین)

www.naqshbandiaowaisiah.com

# منارے کا سفر

شیخ عبدالقیوم جاوید.... ٹوبہ ٹیک سنگھ

جب میں پہلی مرتبہ سلسلہ اویسیہ نقشبندیہ کے سالانہ اجتماع میں شرکت کیلئے ٹوبہ ٹیک سنگھ سے منارے کیلئے روانہ ہوا تو راستے میں طرح طرح کے سوالات گردش کرنے لگے کہ یہ اجتماع کیسا ہوگا، منارے تک چاروں صوبوں سے لوگ کیسے پہنچیں گے۔ پہاڑی راستے، کٹھن سفر، بڑی بات ہوگی جب ملک بھر سے لوگ اس میں شرکت کریں گے۔ اس طرح کے ایک درجن سے زائد سوالات ذہن میں آنے لگے۔ ابھی سوالات کے چکروں تھا کہ ''کلر کہار'' جا کر ہماری گاڑی رکی۔ میں نے عصر کی نماز وہاں ادا کی۔ نماز کے بعد تقریباً آدھ گھنٹہ ذکر کیا۔ ذکر سے فارغ ہوکر منارہ کیلئے دوبارہ رخت سفر باندھا۔ تقریباً 8 بجے شام میں ''دارالعرفان'' پہنچ گیا۔ وہاں پہنچ کر میری گنہگار آنکھوں نے وہ منظر دیکھے جو میں نے آج تک کسی اجتماع میں نہیں دیکھے۔ میں نے اپنی زندگی میں مذہبی اور دینی جماعتوں کے سینکڑوں اجتماع دیکھے۔ لیکن یہ اجتماع اپنی نوعیت کا خالص دینی اجتماع تھا۔ ایسا اجتماع جو انسان کی زندگی بدل دے۔ پھر اس اجتماع کی خصوصی بات یہ تھی کہ سیاست سرے سے نظر نہیں آئی۔ حالانکہ کوئی بھی اجتماع ہو اس میں علمائے کرام سیاسی تقریر ضرور کرتے ہیں۔ اس اجتماع میں ایک ماہ نیکی کی گولیاں انسان کے دلوں میں اتارنے کی کوششیں جاری رہیں۔ میں نے اللہ والوں کا پہلا اجتماع دیکھا جو ایک ماہ جاری رہا۔ اکثر اجتماع تین دن کے بعد اختتام پذیر ہو جاتے ہیں۔ اجتماع میں مَیں نے دیکھا ذکر ہی ذکر۔ عبادت ہی عبادت۔ دلوں کا اطمینان اللہ کے ذکر ہی میں ہے۔ ایسا ذکر جو زندگیاں بدل دے اور آخرت سنوار دے۔ کیا بتاؤں میری گنہگار آنکھوں نے کیا دیکھا۔ اجتماع میں میری آنکھ اشکبار رہتی اور سلسلہ کے بانی حضرت العلام مولانا اللہ یار خاں صاحبؒ اکثر میرے سامنے ہوتے، میں ایک دم کانپ جاتا اور مجھ پر وجد طاری ہو جاتا۔ اجتماع کے پروگرام سبحان اللہ۔ صبح 2 بجے تہجد کیلئے اٹھانا۔ پھر آنکھوں کی نیند ختم۔ وضو کے بعد تہجد پھر ذکر اللہ۔ جس میں دلوں کا اطمینان ہے۔ پھر ذکر خود امیر محمد اکرم اعوان صاحب خود کرواتے تھے۔ ذکر کے وقت ایسا محسوس ہوتا جیسے آسمان پر پہنچ گیا۔ ''مسجد نبوی'' کی زیارت ہوگئی۔ ''خانہ کعبہ'' کی زیارت ہوگئی۔ ذکر کے بعد فجر کی تیاری۔ پھر فجر کی اذان اور نماز فجر۔ پھر درس حدیث، ایمان افروز منظر۔ پھر ناشتہ تمام ایک ہی جگہ کرتے۔ اس میں (ر) کرنل، (ر) جرنل، (ر) میجر بھی شامل ہوتے۔ پھر صبح 9 بجے کلاس لگتی۔ ٹریننگ دی جاتی۔ ذکر ہوتا۔ سارے لطائف اور مراقبات کے بارے سمجھایا جاتا۔ سوالات کے جوابات دیئے جاتے۔ پھر دوپہر کا کھانا، کھانے کی کیا بات، وہ پاکیزہ کھانا جو بڑے بڑے ریسٹورنٹ بھی نہیں پکا سکتے۔ عجیب لذت۔ پھر نماز ظہر۔ نماز مغرب، نماز مغرب کے بعد پھر ذکر حضرت امیر محمد اکرم اعوان خود کرواتے۔ ذکر کے بعد ریسٹ پھر نماز عشاء۔ عشاء کے بعد صبح 2 بجے تک آرام۔ ایک ماہ یہی سلسلہ جاری رہا۔ قرآن پاک کی تلاوت بھی لوگ کرتے۔ میں نے اس اجتماع میں جو چیزیں دیکھیں اپنی پچاس سالہ زندگی میں نہیں دیکھیں۔ پھر اجتماع کے آخری دن ''خصوصی دعا''۔ جس میں ملک بھر سے ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ سرحدی، بلوچی، پٹھان، پنجابی بھی اکٹھے تھے۔ ''خصوصی دعا'' حضرت امیر مولانا محمد اکرم اعوان نے خود کروائی۔ دعا میں میں نے ہزاروں افراد کو اشکبار اور اپنے گناہوں کی معافی، والدین کیلئے دعائیں اور پھر عزیز واقارب کیلئے دعائیں۔ پھر ''خصوصی دعا'' میں ایک ''خصوصی دعا'' حضرت مولانا اللہ یار خاں صاحبؒ کیلئے کر رہے تھے۔ جن کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا آج قد آور درخت بن گیا ہے۔ میں نے عہد کرلیا ہے کہ جب تک زندگی ہے اس سالانہ اجتماع میں ضرور شرکت کرتا رہوں گا۔ اللہ توفیق دے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

# A Memorable Speech
## of
## His Eminence Shaikh Allah Yar Khan(RUA)

(Published in al-Murshid, September2002)

*Translated by Dr. Aslam.S. Qureshi*

I don't intend making a long speech' nor is much time available. I only wish to give you some advice, take it to heart. The first thing to understand is the purpose of our visit to this place.We don't come here to see these walls, this land is not ours nor is this sky, nor do we come here to visit the tomb. We don't' compare this congregation with the fortnightly or monthly gathering at Munara or Chakrala.We have no other aim, neither here not there, except the achievement of Divine Pleasure, and we also observe that people are greatly benefited here. Secondly, this is a unanimous belief of the Ahl- e Sunnah wa al- Jama' at that, beneficence can be drawn from Ruh.The Ruh is alive; its death is only its disconnection from the body. This is called its extinction. Ruh has a beginning, but no end (Ruh's extinction is ephemeral, its existence eternal). Ruh, itself does not die, the phenomenon of its disconnection from the body is termed as death. It is an established belief that extinction or death would not overtake some of the created objects. Paradise and Hell would never perish; similarly, the Guarded Tablet, the Chair and the blessings of Jannah, such as the Hooris and Boy- Servants would not expire.

We come here of our own accord. Now, understand the reality of graves also. If someone sits beside a grave for a full hundred years he won't receive any beneficence, unless he establishes a connection with that Ruh through a Shaikh. This link with Ruh can only be established through a living person. There are thousands of veils between him and the Ruh. We consider the grave as only a small heap of earth, but innumerable veils exit between them and us. There should be someone to lift these veils, take the seeker there and establish the connection. Beneficence starts flowing only after this linkage. Here, it is important to understand the phenomenon of drawing beneficence. Shaikh is the most important prerequisite in this process. I was at Nowshera, when a religious scholar visited me. He is a

scholar of high eminence and is teaching Hadith at Akora Khattak since long. He asked two questions. "Can beneficence be drawn from a Ruh in grave, in the absence of any shaikh?" I replied in the negative. "How then did you draw it.?" I said, "someone has given you an incorrect information. I went to a living person. My teacher, who established my connection with my shaikh. It is thorough him that I received the beneficence." "Fine Now, what is the difference between an Arif (Gnostic) and a Zakir?" I said, "There is an established Principle to analyse a logical connection. Every Arif is a Zakir, but every Zakir is not an Arif. Then, a Zakir does not necessarily require a teacher or Shaikh. He can do zikr, at his own, for a whole lifetime. But it is mandatory for an Arif to associate himself with a shaikh. He cannot do without one."

A Zakir cannot move without the shaikh. He has to follow his shaikh to stages of the Path like a blind man who follows the guide holding his white cane and leading him on a path on a riverbank. The blind man would exactly follow in the footsteps of his leader and would never dare to step aside, because he knows that one slip would drown him in the river; he would be torn to pieces and eaten by crocodiles and fish. He, therefor, shows complete adherence and follows exactly in the footsteps. Or, like the blind man who is following his guide on a mountaintop; he too would follow exactly. He knows very well that a single slip would cost him his life and he would be devoured by beasts and birds. The Shaikh has to be similarly followed in Tasawwuf. For example, a person flies a kite from a mountain or his housetop. It may rise very high, but if its cord breaks it would fall, entangle in trees, be torn and perish. Why? Because the cable between the kite and the flyer has broken, the contact is lost and the connection is cut off. However,the kite does not fall instantly; it continues to circle for a while and crashes down ultimately. When connection with shaikh is cut, the seeker travelling in the highest stages of the path would start falling gradually and crash finally. Adherence to shaikh is as important in tasawwuf as adherence to a doctor's advice in sickness. A Patient cannot afford to ignore the medicine and food prescribed for him by his competent doctor, after thorough examination. Similar is the case of a seeker.

www.naqshbandiaowaisiah.com



After this, understand the attributes that are mandatory for a shaikh, because people have been ruined on this account. They have destroyed themselves by following every ignorant, delinquent, irreligious person. The first pre- requisite of a shaikh is that he should be a scholar. Not that he should have only read books, but he should be a learned person. The Companions didn't read books, they only memorised what came forth from the blessed lips of the Holy Prophet-SAWS. The shaikh should have knowledge of the basic religious issues. He should know what is permitted and what is prohibited; what is right and what is wrong. He should also know the religious beliefs. Remember, this excellence is not found in any other sect except the Ahl-e sunnah wa al- Jama' at. No body in the world can claim that this is found in their sect also. It simply doesn't exit anywhere else. I have seen the other three sects as well. There is greater enlightenment and more sufis in the Hanafis. The Shaikh sould be a scholar and not uneducated. Bai' at the hands of an uneducated person is not permitted; both, the one according the Bai'at and the other taking it, would be wrongdoers. The second condition for the shaikh is that he must adhere to the sunnah. He must attend to the mandatory (Fara' idh), obligatory (Wajib) and sunnah worship. Although it is not necessary, but he should offer the voluntary (Nafal) worship. He should offer. Nafal prayers, Tahajjad as well as Awabin. He should guard his Qalb, but according to a unanimous opinion of the scholars, the first two attributes are more important. He should be an expert of his specific branch of knowledge. It is not necessary that he should be more pious and virtuous than his disciples. We know that Qazi Sahib (An illustrated student of Hadhrat Ji-RUA) alone would outweigh the whole Jama' at in piety, that is but obvious. Howere, this is not a pre-requisite for the shaikh. He should be master of the knowledge that he is expected to teach, and should not create problems. Then, he shouldn't possess 'Ima'. Ima means the habit of changing loyalties. If he sees a strong party, he starts following it; after couple of days if he discovers an other party he joins it, and if he comes across someone who appears better, he starts going after him.

The holy Qur-an has laid down four conditions for a shaikh: first, he should be hardworking and strong of effort(remove of effort) like a camel: second, his aim and mission should be sublime and high like the sky; third, he should be stable and firm like a mountain, four, he should be modest

and humble like the earth. If you find such a shaikh, become like the dust touching his feet; become like the lace fastening his shoes. I have educated you on these principles. Here, I observe certain acts that are against the respect for shaikh and thus cause damage. The seeker shouldn't keep looking constantly at shaikh's face. The second thing that I would like to say is that. One has to follow the advice of doctor; else one would either die or never recover. The greatest problem of this age is that knowledge is extinct. Knowledge of Tasawwuf does not exit. Its scholars are gone and people have denied it. There is none to cure, none to guide. Read the Qur-an from beginning to end, It detaches a person from this world and attaches him with **Allah.** It inspires him to connect directly with **Allah.** The Message of all one hundred and four Revealed scriptures is contained in these four Books. Message of these four Books is contained in the Holy Qur- an. Meaning of the whole Qur-an is contained in surah al- Baqarah. The whole Surah al- Baqarah is summarised in Sura al- Fatihah. The meaning of surah al- Fatihah is contained in 'Bismillah', and the whole message of Bismillah is contained in the first letter 'ba'. Why were prophets sent? What was the purpose of appointment of Prophets? The purpose of this appointment was to deliver mankind, which has broken away from **Allah** and been possessed by the satan, from stanic clutches and reunite it with **Allah.** Its purpose is to reconnect whole mankind with **Allah,** Mission of the whole Qur-an is to divert human attention from the world and link him with **Allah.**

There are some who deny Tasawwuf and think it sufficient to believe only in the existence of **Allah**. It is like a fox trying to break, with its mouth-blows, the chains that are restraining lions. Only that person, who is destined to be deprived, would deny a blessing. There are some who have denied Tasawwuf, other who fell for apparent glamour. Masses got fascinated by colourful display and failed to differentiate between those who can really colour and others who only sell paint. They could not distinguish a doctor from a druggist; they could not tell a patient from a physician. They could not diagnose the disease. Know that most of them have a sick Qalb.

Tasawwuf has three stages. The first is Zikr-e Lisani (Oral Zikr). One may recite **Allah**'s Name with one's tongue, may glorify **Allah,** and may recite

www.naqshbandiaowaisiah.com


'La Ilaha ill L**Allah**', darood sharif or Istighfar. This stage is like grinding and preparing a medicine. It is not Tasawwuf yet. Medicine cannot show any effect unless it is taken. The second stage is doing the Lata' if. It amounts to taking the medicine. The cure has now begun. Third stage is that of the stages of the Path. It signifies that the patient has taken the medicine, recovered fully, got up and has started walking and running. Then, **Allah** has ordained to elevate those houses where Zikr **Allah** is conducted. Such places should be kept clear of impiety, bad smell and evil objects. There should be solitude. A separate, dark location should be selected for Zikr. Cover your face if it is daytime or the place is not dark. Our Honourable Master, the Holy Prophet-SAWS meditated in solitude of the Cave of Hira. Such meditation in solitude in the sunnah of Prophets. The place being used for Zikr **Allah** must be clean. When prophet Musa-AS-was talking to **Allah**, he was told 'take off your shoes, this Valley is holy. The house should not be unclean or dirty. If water gets contaminated at its source, the pipes would carry the same impure water into the house. Close all inlets to the Qalb, so that nothing impure can enter it. Then, install a drill of Zikr **Allah** to bore through it. Let the machine of **Allah**'s Zikr drill water through it. Stop all outside dirty water; let nothing enter the Qalb. Close the eyes that carry most information to the Qalb, plug the ears and close the mouth. When the drill starts working now, springs of Divine Lights would gush forth. This spring of Divine Lights will purify the Qalb; it will purify other also. The Qalb purified by this water shall receive Kashf. The scholars and even some Sufis have contended that Kashf can be acquired by infidels aslo. I examined this issue in detail. Remember, Kashf is related to the light of Faith. If there is no light of Faith, there can be no kashf. Good deeds cause to increase this light. A believer already posses the capacity and he has the light of Faith. Which is the base for kashf. It is not the eyeballs that see, but the faculty of perception of light behind them It is not the loud speaker that speaks. But the person behind it. Similarly, it is not the Qalb that perceives, but the virtuous deeds in it that possess light. How can infidels have any light and what do they know about virtuous deeds? Therefore, they cannot have any kashf. Now the case of Kafir sadhus, who exert physically and reduce themselves to skeletons. Their flesh gets dissolved and the blood is reduced. This reduction of blood polishes the Qalb. If you want to experiment, take a piece of liver and place it in the sun. by evening, you

www.naqshbandiaowaisiah.com


will be able to see your faces in it, like in a steel tray or mirror. The Qalb would similarly get polished and reflect objects in front. If you come in front of a mountain you would see its reflection; if you come in front of a tree, you would see its reflecting and it a human being come in front, you would see its reflection. This is what they call Kashf. But the actual kashf is related to light of Faith. Can an angel be seen in a mirror? Can jinn, Retribution and reward of the Grave, Jannah, Jahannam or anything subtle be seen in such Qalb? No, only some shine has been produced in the Qalb of a Kafir due to dissolution of flesh and reduction of blood. People term this as kashf. The holy Quran has compared a kafir to a person drowning in a rough sea. Each wave covers him with darkness, intensified by darkness of the following wave. Darkness covered by darkness! The sky is also over cast and it is pitch dark. He is unable to see even his nearest hand, which he can bring closest to his eyes. There is gloom in the deeds of a kafir. His speech speads darkness and his faith also comprises dark beliefs. How can there be any light, when **Allah** has created no light for him? Still, it is commonly believed that a kafir can have kashf. We can present the views of not one but thousands of sufis in its rebuttal. There are eight to nine hundred members of our own silisilah who have kashf, they communicate with Ruh, witness the reward and retribution of graves, and also communicate with angels.

There is no group superior to the Companions. The sun would set forever, but it will never again witness such great people, after the Prophets. Once a scholar asserted the superiourity of ImamMahdi to the shaikhain (Abu Bakr and 'Umar-RAU) , in front of me. I told him to remain in his senses. We consider Imam Mahdi very great, but he is not equal to even the shoes of siddiq and Farooq-RAU. Imâm Mahdi would be coming centuries after Companions of the Holy Prophet-**SAWS** how can he compare with them? However, **Allah** Warned even the Companions and ordained, "Say O Prophet –**SAWS**. If your fathers and your sons and your wives and your family and the riches you have acquired and the trade in which your fear a slackening and the dwellings which please you are dearer to your than **Allah** and his messenger and striving in His Cause, then wait till he bring about His decree; and **Allah** does not guide the ungodly people." (9:24).That person is sinful, who equates his father, brother, wealth or any thing with **Allah** and His Messenger–SAWS His heart is not pure; it is

www.naqshbandiaowaisiah.com


tainted with someone else,s love. If He can discard the companions on that account, where do we fare? There is only one Qalb, not two. He says, 'if someone else come to inhabit that house, he would be like My partner'. This would generate anxiety. We should know that we are passing through very delicate times. Remember you all that, we may have a relationship with our spouses, children, wealth, property, houses, business, animals;but this should be a relationship of protection only. The Qalb should however , keep its relationship with none else than **Allah**. With them is a relationship of guardianship, with Him is a relationship of worship. Why should you leave a portion if you can't get the whole? When Zikr **Allah** sets in, it saturates the Qalb with love and throw out every thing else.

Hadhrat Sulaiman-AS wrote to Queen Bilqis (Sheba) to discard the arrogance of kingdom and rule, and come to him in submission. She understood that it was a letter from someone connected with **Allah**, who demanded nothing except that she abandons the pride of kingship, reports to him and becomes a Muslim. She summouned her ministers, advisors and generals for consultation. They all opined, 'we are a formidable power. We are mightly and strong warriors. Our armies are fully equipped and armed. But the final decisions rests with you. We shall obey what you say'. In response she said, "When emperors victoriously enter a city, they destroy it completely and turn the honour of its respectable people into shame. When Yemen is attacked, It would be destroyed and we who sit here with honour today, shall be humiliated."

Pride and arrogance reside in our Qalb. When Zikr **Allah** sets in, it throws out all such evils, leaving behind nothing. When the Qalb is ride of All such ailments, it becomes Qalb- i Salim (the pure heart). Nothing, except **Allah**, will remain in it any more. Once a young relative of mine asked Qazi Sahib, " I have read many Tafasir of the Quran but haven't been able to fully understand the meanings of Qalb-i Salim." I said, "Let me explain this to you. Collect the whole Universe, the earth, seven heavens and all that is within them, transform them into a bird and slaughter it. What shall remain? Nothing except **Allah**! There would be nothing else for the Qalb to turn to, except **Allah**'s Door. This is the Qalb-i Salim!

*********************************

www.naqshbandiaowaisiah.com

# مراسلات

خطوط، تجاویز اور تحریریں اس پتہ پر ارسال کریں
ماہنامہ "المرشد"
اے۔ٹی ایم بلڈنگ، پل کوریاں، سمندری روڈ
فیصل آباد فون 041-668819

☆ عبدالقادر صدیقی صاحب نے نوشہرہ سے ایک مضمون ''سنت و بدعت'' ارسال کیا ہے۔ اور انہوں نے اپنے خط میں سالانہ اجتماع نمبر کو خوب سراہا ہے۔ انہوں نے ماہ دسمبر کے شمارہ میں حضرت امیر محمد اکرم اعوان کے کالموں کے مجموعہ پر خوشی کا اظہار کیا ہے۔ ان کے الفاظ کے مطابق ''ماشاء اللہ آپ کے خلوص اور شب و روز کی محنت نے رسالہ کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔''

☆ ابوالاحمدین نے لاہور سے ہمیں ''یہود نواز ملٹی نیشنل کمپنیوں کی مصنوعات'' پر دو بروشر ارسال کئے ہیں جس میں انہوں نے ساتھیوں کی توجہ یہودی معیشت کے بھیانک رخ کی طرف مبذول کروائی۔

☆ ماسٹر محمد عارف نے مرید کے سے ہمیں تجویز بھجوائی ہے کہ جس طرح اجتماع نمبر اکٹھا چھپا ہے اسی طرح سے رمضان المبارک نمبر بھی شائع کیا جائے۔ کیونکہ اجتماع نمبر کو خوب سراہا گیا ہے۔

☆ انجینئر عبدالرزاق اویسی نے ٹوبہ ٹیک سنگھ سے تین نظمیں بالترتیب ارسال کی ہیں۔

ہو تعلق آپ ﷺ سے جب ہر تعلق سے قوی

یہ جہانِ آب و گِل ہے اک ڈرامے کا سٹیج
کٹ جائے اپنی ڈور سے جب بھی کوئی پتنگ

## دعائے مغفرت

O ٹوبہ ٹیک سنگھ کے ضلعی صدر تنظیم الاخوان حفیظ الرحمٰن صاحب کے والد محترم قضائے الٰہی سے انتقال فرما گئے ہیں۔ ساتھیوں سے ان کیلئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

O ڈسکہ کے ساتھی ریحان اللہ کی والدہ ماجدہ قضائے الٰہی سے انتقال کر گئیں ہیں۔

O ڈسکہ کے محمد امین کے سسر قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔

O راولپنڈی کے الیاس فاروق بھٹی کی ہمشیرہ قضائے الٰہی سے وفات پا گئیں ہیں۔

O مرید کے کے حاجی محمد یوسف کی والدہ ماجدہ قضائے الٰہی سے وفات پا گئیں ہیں۔

O مرید کے کے ارشاد احمد کی والدہ ماجدہ قضائے الٰہی سے وفات پا گئیں ہیں۔

O گکھڑ منڈی گوجرانوالہ سلسلہ عالیہ کے ساتھی لکی عبدالرزاق بٹ کی والدہ ماجدہ قضائے الٰہی سے وفات پا گئیں ہیں۔

ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی اپیل کی جاتی ہے۔

☆ ☆ ☆ ☆

## مکالمہ

حضرت عبدالرحمانؓ بن ابوبکرؓ کا ایمان لانے سے قبل غزوہ بدر سے متعلق اپنے والد گرامی حضرت صدیق اکبرؓ سے بعد از اسلام مکالمہ

قُل اِن کَان آبَاء کُم وَاَبنَاء کُم وَاِخوانکُم وَازواجکُم وعَشیرَتکُم............ اَحَبّ الیکُم مِنَ اللّٰہِ وَرَسولِہ وجِھاد فی سبیلہ فتربّصو حَتّٰی یَاتیَ اللّٰہ بِامرہ ط واللّٰہ لا یَھدِی القوم الفٰسِقین O

ہو تعلق آپ ﷺ سے جب ہر تعلق سے قوی
ہے یہ ارشادِ خدا ایماں تمہارا ہے تبھی
بوبکرؓ کے بیٹے نے جب یہ بات ان سے تھی کہی
آپؓ پر تلوار میری بدر میں نہ اٹھ سکی
یہ کہا بوبکرؓ نے تم گر نظر آتے مجھے
قسم رب کی میں اڑا دیتا تمہارے پرخچے
بیٹا بولا میرے ابو یہ ذرا مجھ کو بتا
شفقت پدری نہ آڑے آپؓ کے آتی ذرا؟
بولے سُن کے بوبکرؓ یہ سُن لے اے جانِ پدر
کہ نبی ﷺ سے رشتۂ الفت ہے سب سے بالاتر
تم کھڑے تھے جب مقابل پہ رسول ﷺ اللہ کے
تو بتاؤ باپ بیٹے کے کہاں رشتے رہے
یُوں تو ہیں سارے مسلماں جاں نثارانِ نبی ﷺ
کہ دلیل ایمان کی خالِق نے رکھی ہے یہی
آپ ﷺ کو چاہا ہے جیسے آپ کے اصحاب نے
آج تک اِن سا نہیں دیکھا کبھی افلاک نے
تو اویسی سب سے بڑھ کے نبی ﷺ کا احترام
ہے سبھی رشتوں سے افضل جان لے ان کا مقام

انجینئر عبدالرزاق اویسی، ٹوبہ